امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۲۴؍ذی الحجہ ۱۴۴۵ھ مطابق یکم جولائی ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر-24

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- موجودہ حالات اور جان ومال......
- معاشرتی اصلاح کے چند نمایاں پہلو
- بنیادی مسائل پر توجہ کی ضرورت
- جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین
- پیارے رسول ﷺ کا آخری حج
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

حرام خوری: نحوستیں اور مفاسد

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

کھانا زندگی کی بنیادی ضرورت ہے، پیٹ کی بھوک مٹانے کے لیے ہمیں کھانا پڑتا ہے، شریعت نے ہمیں پاک اور حلال چیزوں کے کھانے کا حکم دیا ہے، ارشاد ربانی ہے: ''اے لوگو! زمین میں جو کچھ حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو'' (سورۃ البقرۃ:۱۶۸) ایک دوسری آیت میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ نفیس اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو'' (سورۃ المؤمنون:۵۱) اس کے برعکس حرام مال کے استعمال سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے، سود، غصب، رشوت اور اس جیسی کئی چیزیں شریعت کی نظر میں حرام ہیں اور ان سے حد درجہ بچنے کا حکم شدت سے دیا گیا ہے، ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ'' (سورۃ النساء:۲۹) اسی طرح احادیث میں کثرت سے حرام خوری پر وعیدیں آئی ہیں، حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی، مال حرام کے ذریعہ کیا جانے والا صدقہ قبول نہیں ہوتا، اس کے جسم پر جنت حرام ہوجاتی ہے جو مال حرام کھا کر پلا بڑھا ہو، حرام کھانے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا، اس لیے کہ جس جسم کی پرورش مال حرام سے ہوتی ہو اس کے لیے آگ زیادہ بہتر ہے، حرام مال کھانے والے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور یہ عدم برکت اور زوال نعمت کا سبب ہوتا ہے، قیامت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے دشمن ہوں گے اور اس سے نمٹیں گے جس نے مزدور کا حق مارا ہوگا، یہ اور اس قسم کی وعیدوں کا تقاضہ ہے کہ ہر حال میں حرام خوری سے بچا جائے اور رزق حلال کی طلب اور تڑپ اپنے اندر پیدا کی جائے، تاکہ بندہ کی عبادتیں بھی قبول ہوں اور دعائیں بھی، مرنے کے بعد اسے جہنم میں نہ جلنا پڑے، کیوں کہ جب لقمۂ حلال انسان کے پیٹ میں جاتا ہے تو اس کا ذہن خیر کی طرف راغب ہوتا ہے اور منکرات سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے، کھانا کے پاکیزہ رہنے سے آدمی مستجاب الدعوات ہوجاتا ہے، حلال اور حرام کے درمیان ایک درجہ مشتبہات یعنی مشتبہ اور مشکوک کا ہے، جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص شبہ میں ڈالنے والی چیز سے بچا، اپنے آپ کو محفوظ رکھا، اس نے اپنے دین وعزت کو محفوظ کرلیا اور جو شبہ میں ڈالنے والی چیزوں میں پڑ گیا تو وہ حرام میں پڑ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بنیاد پر بعض دفعہ کھجور نہیں کھایا کہ ممکن ہے کہ وہ صدقہ کا ہو، حضرات صحابہ کرام بھی پورے طور پر اس پر عامل تھے، اپنے بچوں کے منہ میں انگلی ڈال کر مشتبہ چیزوں کو نکال باہر کیا کرتے تھے، حضرت امام ابوحنیفہؒ اس پر اس قدر سختی سے عامل تھے کہ ایک کپڑا ملازم نے دام بڑھنے کے موقع پر روک کر بعد میں گراں قیمت پر بیچا وہ خوش تھا کہ حضرت سن کر خوش ہوں گے کہ اچھی کمائی ہوئی، لیکن حضرت نے اصل قیمت اور نفع سب کچھ صدقہ کردیا کہ تم نے لوگوں کی ضرورت کا فائدہ اٹھایا، ایک موقع سے کپڑا کا ایک تھان خادم نے بغیر عیب بتائے ہوئے فروخت کردیا تو اس کی قیمت صدقہ کردیا، کیوں کہ یہ خریدنے والے کو دھوکہ دے کر حاصل کیا گیا ہے۔

ہمارے سماج میں سود، غصب، رشوت، جوئے، چوری وغیرہ سے حاصل ہونے والے مال کو مال حرام سمجھا جاتا ہے، لیکن بہت ساری شکلیں ایسی ہیں، جن کے حرام ہونے کا تصور ہمارے دل ودماغ سے نکل گیا ہے، مثلاً جھوٹی گواہی دے کر مال کمانا، جھوٹے اور غلط فیصلے، قاضی یا جج کا روپے لے کر کرنا، جھوٹی وکالت کرکے مال حاصل کرنا، یتیم، غریب، بیوہ اور دوسروں کے مال میں خیانت کرنا، ناپ تول میں ڈنڈی مارنا، جن پیشوں کی اجرت کو مفتیان کرام نے حرام قرار دیا ہے، یا ترکہ کے مال پر تقسیم کے بغیر قبضہ جمائے رہنا اور اس سے حاصل شدہ آمدنی کو حلال تصور کرنا، سب مال حرام ہے، یہ دوسروں کی حق تلفی کے زمرے میں آتا ہے اور جب تک ترکہ وارثوں میں تقسیم نہ کردیا جائے اس کے مال حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اسی طرح تلک اور جہیز کی رقم، فقہاء نے اسے سُحت یعنی رشوت کی طرح مال حرام میں شامل کیا ہے، لیکن ہمارے یہاں دھڑلے سے لڑکے سلامی لے کر شادی کے لیے بیچے جاتے ہیں اور اس مال حرام سے لوگوں کی دعوتیں کی جاتی ہیں، لینے والا خود تو گناہ گار ہوتا ہی ہے، اگر کھانے والے کو پتہ ہو کہ یہ دعوت مال حرام سے کی ہے تو اس کے لیے بھی احتراز لازم ہے، ورنہ وہ بھی حرام مال کھانے میں شامل سمجھا جائے گا اور اس کی نحوستیں اور مفاسد اس کے اندر بھی حلول کر جائیں گی۔

اسی طرح لوگ متعینہ ڈیوٹی کے اوقات کی پابندی نہیں کرتے ہیں، ہم نے اپنی خدمت جتنے اوقات کے لیے دی ہے، اس کی پابندی کرنا انتہائی ضروری ہے، بعض سرکاری دفاتر میں تو بارہ بجے لیٹ نہیں اور تین بجے بھینٹ نہیں کا فارمولہ چلتا ہے، بعض میں غیر حاضر رہ کر بھی دوسرے دن حاضری بنا لینے کا طریقہ رائج ہے، آپ نے ڈیوٹی ہی نہیں کی، یا جتنے اوقات کرنی چاہئے تھی نہیں کی، تو اس کے بقدر اجرت حرام ہوگئی، مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی ایک تقریر کا کلپ سننے کو ملا، فرمایا کہ اگر کوئی ملازمت کے تقاضے پورا نہیں کرتا، متعینہ اوقات میں ملازمت کے نفل نمازیں پڑھتا ہے تو بھی اتنے وقت کی اجرت اس کے لیے حرام ہوگی اور وہ حرام کہلائے گا، اسی طرح مزدور بھی متعینہ اوقات میں کام کے علاوہ کھینی کھانے، ناشتہ کرنے اور گپ لڑانے میں گذار دیتے ہیں یہ خیانت ہے اور خیانت کے ذریعہ حاصل ہونے والا مال بھی مال حرام ہے، اس لیے وقت کی پابندی اور ایمانداری سے متعلقہ کاموں کی انجام دہی رزق حلال کے لوازمات میں سے ہے، ورنہ حرام خوری سے بچنا ممکن نہیں ہوسکے گا، ہمارے اکابر اس کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ وہ ڈیوٹی کے وقت میں اگر کوئی ملنے آجاتا تو اس کے اوقات ڈائری میں درج کرتے اور اتنی تنخواہ کٹوا دیتے، جتنا وقت دوسرے کاموں میں لگا تھا، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے کسی نے پوچھا کہ میں استاذ ہوں اور کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ تعلیم کے اوقات میں میرے پاس آکر لوگ بیٹھ جاتے ہیں، جس سے طلبہ کا حرج ہوتا ہے تو کیا یہ خیانت ہے، حضرت تھانویؒ نے فرمایا بے شک یہ خیانت ہے، دریافت کیا: جواب تک ہوچکا، اس کی تلافی کی کوئی صورت؟ ارشاد فرمایا: سوائے توبہ کے کچھ نہیں، دریافت کیا کہ خارج اوقات میں پڑھا دیں تو؟ فرمایا یہ بھی بدل نہیں، کیوں کہ فرض کے قائم مقام نفل نہیں ہوسکتا، مولانا مفتی مظفر حسین، مولانا اطہر حسین، مولانا محمد یامین رحمہم اللہ ''کوتاہیٔ ملازمت'' کے نام سے کچھ رقم دفتر میں جمع کردیا کرتے تھے، تاکہ کوتاہی کی تلافی ہوجائے، اس قسم کی بہت ساری مثالیں اساتذہ مظاہر علوم اور دارالعلوم دیوبند کے بارے میں کتابوں میں مرقوم ہیں، ایک مدرسہ جو سرکاری تھا وہاں کی انتظامیہ کو دیکھا وہ دو حاضری رجسٹر رکھتے تھے ایک رجسٹر میں آمد ورفت کے صحیح اوقات کا اندراج کراتے تھے تاکہ آمد ورفت میں جو تاخیر ہوتی ہے، اس کی تنخواہ دفتر وضع کرلے۔

یہ تو مدارس دینیہ اور دینی تقاضوں سے واقف ہونے والوں کا حال تھا، مجھے ایک بار بوکارو میں ایک ایسے انجینیر کا سامنا ہوا جس نے بتایا کہ اس کا جھگڑا بوکارو اسٹیل سیٹی کے اکاؤنٹنٹ سے ہوتا ہے، میں نے کہا جھگڑا کوئی اچھی بات تو نہیں ہے، پھر آپ کیوں جھگڑتے ہیں، کہنے لگے ہم لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے جاتے ہیں، کمپنی کی طرف سے جمعہ کی نماز پڑھنے کی چھٹی نہیں ہے، ہم فورمین (نگراں) کو کہہ کر چلے جاتے ہیں، وہ بخوشی اس کی اجازت دیتا ہے، لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ بھی اس کا حق نہیں رکھتا کہ کمپنی کے اوقات میں فرصت دیدے، اس لیے میں ہر مہینہ جتنا وقت جمعہ پڑھنے میں لگتا ہے اتنا جوڑ کر اس سے تنخواہ کاٹ لینے کو کہتا ہوں، وہ بگڑتا ہے کہ ہمیں جوڑ گھٹاؤ کرنا پڑتا ہے، کون تم کو اس بات پر مجبور کرتا ہے؟ میں کہتا ہوں اللہ، تو وہ اور بھڑک جاتا ہے، بتانا یہ ہے کہ جب رزق حلال کی طلب ہوتی ہے تو اس قسم کے واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں، پریشانیاں آتی ہیں، کبھی فاقہ کی نوبت بھی آسکتی ہے، لیکن حرام خوری سے بچنا، دنیا وآخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے، اس لیے پریشانیاں جس قدر آئیں رزق حلال کی فکر کرنی چاہئے اور اللہ کے بتاتے ہوئے طریقہ پر عامل رہنا چاہئے۔

اچھی باتیں

''کسی سے روٹھو تو سنبھل کر روٹھنا آج کل منانے کا نہیں چھوڑ دینے کا رواج ہے ☆ زندگی کا سفر بھی عجیب ہے، بغیر کچھ لیے آتے ہیں، ہر چیز کے لیے لڑتے ہیں اور آخر میں سب کچھ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں ☆ یہ دنیا وہ ہے جس نے یوسفؑ کو حقیر قیمت پر بیچا، ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکا، موسیٰؑ کو دربدر کیا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف میں پتھر مارے، آپ کو کیا لگتا ہے کہ یہ آپ کو کاندھوں پر اٹھائے گی ☆ کسی بھی رشتے میں خوبصورت ہونا معنی نہیں رکھتا، وفادار ہونا اہمیت رکھتا ہے ☆ مطلب بہت وزنی ہوتا ہے، جب نکل جاتا ہے رشتے بے وزن ہوجاتے ہیں ☆ تعلقات اکثر قصور سے نہیں، ذہن کے فتور سے خراب ہوتے ہیں ☆ جو سہنا سیکھ جائیں پھر وہ کہنا چھوڑ دیتے ہیں''۔ (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

''نئی این ڈی اے حکومت کی پہلے پندرہ دن کی کارکردگی میں، بنگال میں کنچن جنگا اکسپریس کا خوفناک ٹرین حادثہ، کشمیر میں دہشت گردانہ حملے، ٹرینوں میں مسافروں کی حالت زار، نیٹ امتحان گھوٹالہ، نیٹ پی جی امتحان ملتوی، یو جی سی نیٹ کا پیپر لیک، دودھ، دال، گیس، ٹول مزید مہنگے، آگ سے دہکتے جنگل، آبی بحران، گرم ہوا سے لوگوں کی اموات، موب لنچنگ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔'' (راہل گاندھی)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

پڑھتے رہئے

"اپنے پروردگار کے نام سے پڑھئے، جس نے سب کچھ پیدا کیا، اس نے انسان کو جمع ہوئے خون سے پیدا کیا ہے، پڑھئے اور آپ کے پروردگار بڑے کرم والے ہیں، جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی، انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا تھا" (سورہ علق :۱-۵)

مطلب: ہزاروں برس کے بعد آسمان وزمین کا پہلی مرتبہ جو رشتہ قائم ہوا، وہ 'اقرأ' کے ذریعہ ہوا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! پڑھئے گویا رب کائنات نے پہلی وحی کے ذریعہ نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بنیادی طور پر پڑھنے کی تعلیم دی، جس سے تعلیم کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ انسان ترقی کی شاہراہیں تعلیم کے ذریعہ ہی طے کر سکتا ہے، اس لئے دنیا میں کتنے ہی انقلابات آئے، سلاطین بدلیں، تہذیبیں بدلیں، لیکن تعلیم وتعلم کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، چنانچہ مفسرین قرآن نے اس آیت سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور نبوت علمی انکشافات کا دور ہوگا اور بہت سی انجانی چیزیں اس عہد میں جانی جائیں گی، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ انسانیت کے آغاز سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تک جو طویل عرصہ گذرا ہے، اس کے مقابلہ میں نبوت محمدی کے گذرے ہوئے دور یعنی گذشتہ پندرہ سو سال کے عرصہ میں علم کے مختلف میدانوں میں بے حد ترقی ہوئی اور ابھی بھی ترقی کا سفر جاری ہے (آسان تفسیر، ج:۲) قدیم دفینے جو پہلے لوگوں کے خواب وخیال میں بھی نہیں آتے تھے، اب عام ہوتے جا رہے ہیں اور علم وتحقیق کے ذریعہ نئی نئی چیزوں کی دریافت ہو رہی ہے، پہلے انسان میلوں کا سفر مہینوں اور ہفتوں میں طے کرتے تھے، آج علم کی بدولت نقل وحمل کی سہولیات نے ہفتوں کی مسافت کو گھنٹوں میں تبدیل کر دیا، ہوائی جہاز کے فضائی سفر اور ٹرینوں، بسوں کے زمینی سفر نے دوریاں کم کر دی ہیں، آج کی دنیا اتنی تیز رفتار ہوگئی ہے کہ پل پل کے حالات لمحوں میں معلوم ہو جاتے ہیں، یہ سب کچھ علم وتحقیق کی جدید دریافت وانکشافات کا کرشمہ ہے، لہذا اس علم کو تازگی وتوانائی بخشنے کے لئے تحقیق ومطالعہ کے سفر کو بھی جاری رکھنا چاہئے تاکہ فکر ونظر میں وسعت پیدا ہوتی رہے، کیونکہ مطالعہ وتحقیق ایک زندہ اور علم دوست قوم کی پہچان ہوا کرتی ہے، جو قوم جمود وتعطیل کا شکار ہوتی ہے وہ منزل کو نہیں پائی ہے، مگر ستم ظرفی کہئے کہ اب عام طور پر لوگوں میں مطالعہ کا ذوق وشوق اور تجسس کا فقدان پایا جا رہا ہے، غفلت وکاہلی کے پردے پڑتے جا رہے ہیں، اگر بہت ہوا تو موبائل اور انٹرنیٹ کے ذریعہ کچھ ضروری معلومات حاصل کر لیتے ہیں حالانکہ یہ معلومات بھی ان کی بہت سطحی ہوتی ہے، ماخذ تک اس کی رسائی نہیں ہو پاتی ہے، اس لئے صحیح علم کی تلاش میں رہئے، کسی مستند ومعتمد عالم دین کی تحریریں اور ان کے تصنیفات پڑھنے کا معمول بنائیے، اس میں اصل مسئلہ ترجیح کا ہے کہ پہلے کس کو پڑھا جائے تو بنیادی طور پر پہلے کتاب اللہ کی تلاوت اور کسی معتبر مفسر قرآن کی تفسیر کو مطالعہ میں رکھئے، کیونکہ تفسیر وسیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے انسانی کردار وعمل میں نورانیت پیدا ہوگی، جس سے ترقی اور خوشحالی بھی نصیب ہوگی۔

دین وشریعت پر مضبوطی سے قائم رہئے

بعض صحابہ نے محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دعاء کی درخواست کی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں، ان کے جسموں پر آرے چلائے گئے اور ان کی کھالیں تک اتار لی گئیں، مگر وہ اپنے مذہب سے نہیں پھرے، خدا کی قسم دین اسلام اپنے کمال کو پہونچ کر رہے گا، حتی کہ صنعاء سے حضر موت تک سفر کرنے والا مسافر خدا کے سوا اور اپنے ریوڑ کے لئے بھیڑیئے کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گا" (ابوداؤد شریف)

وضاحت: عہد رسالت میں مخالفین کی جانب سے مسلمانوں کو پہونچائی جانے والی تکالیف سے تنگ آکر بعض صحابہ کرام نے آپؐ سے کہا کہ "اے اللہ کے رسول دشمنان اسلام نے میری نیند حرام کر دی ہے، سکون واطمینان کو ختم کر دیا ہے، دعاء فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی سازشوں سے محفوظ رکھے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے جو قومیں گذری ہیں انہیں بھی مختلف قسم کی مشکلات اور مصائب سے دوچار ہونا پڑا، لیکن وہ اپنے مذہب پر عزم واستقلال سے جمے رہے، آندھیاں آتی رہیں، طوفان اٹھتے رہے، مگر انہوں نے ثبات قدمی کا مظاہرہ کیا اور اس راہ میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو صبر واستقلال سے کام لیتے ہوئے عبور کیا، تمہیں بھی ان مصائب سے گذرنا ہے اور عزم وحوصلہ کا ثبوت دینا ہے، چنانچہ خود عملی طور پر حضورؐ نے دعوت وتبلیغ کی راہ میں بہت سی مصیبتوں کو برداشت کیا، لیکن کسی بھی مرحلہ میں آپ کے پایہ استقلال میں ادنیٰ لغزش پیدا نہ ہوئی، جب مخالفین اپنے حربے میں کامیاب نہ ہوئے تو انہوں نے لالچ کے راستے سے آپؐ کے عزم واستقلال کو چیلنج کیا اور آپ کو حکومت اور بادشاہت، مال ودولت کی پیش کش کی لیکن آپؐ نے دعوت حق کے سامنے ان دنیاوی لذتوں کو ٹھکرا دیا اور آپؐ اس راہ سے بھی عزم واستقلال سے گذر گئے، آپ کے جاں نثار صحابہ بھی نت نئے مشکلات ومصائب سے دوچار ہوئے، یقین مانئے کہ آپ کے صحابہ کا عزم وحوصلہ، استقلال اور صبر وتحمل ہمیں نئے راستے بتاتا اور عزم وعمل کی نئی راہیں دکھاتا ہے جب انسان کا یقین پختہ ہوتا ہے تو راستے چاہے جس قدر دشوار کن ہوں، صاحب عزم انہیں عبور کر کے منزل تک جا پہونچ جاتے ہیں کیونکہ مشکلات ہمیشہ عارضی ہوتی ہے اور پھر یہ تو عزم وارادے کو مہمیز کرنے کا کام دیتی ہیں، اس سے انسانوں کے اندر کچھ کر گذرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایمان اور آزمائش کا چولی دامن کا ساتھ ہے، ہمارا عزم پختہ، عمل مضبوط، راہ متعین اور منزل واضح ہونی چاہئے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب خواہ کتنا ہی مستحکم ومضبوط نظر آتا ہو، فریب وقت کے سوا کچھ نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی مشقتوں کے نتیجہ میں دین اسلام پورے عالم میں پھیلا اور پھیلتا جا رہا ہے، اس لئے ہر مومن بندہ کو وقت اور حالات کی ناہمواری سے شکستہ دل نہیں ہونا چاہئے اور مضبوط ارادوں کے ساتھ اپنے دعوتی مشن کو بروئے کار لاتے رہنا چاہئے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

نکاح خوانی کی اجرت:

س: کیا نکاح خوانی کی اجرت لینا جائز ہے، اگر جائز ہے تو کس کے ذمہ ہے لڑکی والے کے یا لڑکا والے کے، اجرت کی مقدار کیا ہوگی؟

ج: ۱۔ نکاح پڑھانے کی اجرت شرعاً جائز ودرست ہے اور یہ اجرت اس فریق کے ذمہ ہے جو قاضی نکاح کو بلائے خواہ لڑکا والا بلائے یا لڑکی والا (کفایت المفتی ۱۴۸/۵)

۲۔ قاضی نکاح اپنے بلانے والے کے ساتھ باہمی رضامندی سے جو طے کر لیں یا جو معروف ومروج ہو وہی مقدار نکاح خوانی کی اجرت ہوگی۔ وکل نكاح باشره القاضي وقد وجبت مباشرته عليه، كنكاح الصغار والصغائر فلايحل له أخذ الأجرة عليه ومالم تجب مباشرته عليه حل له أخذ الأجرة عليه، كذا في المحيط، واختلفوا في تقديره والمختار للفتوى أنه إذا عقد بكراً ياخذ ديناراً وفي الثيب نصف دينارويحل له ذالک (الفتاوى الهنديه. ۳۴۵/۳)

نکاح خوانی کی اجرت کا مستحق:

س: ایک جگہ محلّہ کی کمیٹی نے طے کر دیا کہ نکاح جس سے بھی پڑھایا جائے نکاح خوانی کی اجرت کمیٹی کے حوالہ ہوگی اور کمیٹی کے ذمہ داران اس کو اپنے محلّہ کی مسجد اور اس کے امام ومؤذن کو دیں گے، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: نکاح خوانی کی اجرت کا حقدار اصلاً نکاح پڑھانے والا ہے، اس میں مسجد اور امام ومؤذن کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے کیونکہ اجرت عمل کا عوض ہوتی ہے اور یہاں ان کا کوئی عمل نہیں ہے: "الاجارة... مشتقة من الاجر وهوعوض من العمل" (ردالمحتار: ۳/۹)

لہٰذا صورت مسئولہ میں نکاح پڑھانے والے کو اجرت نہ دے کر مسجد اور امام ومؤذن کو دینا جائز نہیں ہے، البتہ نکاح پڑھانے والا اپنی خوشی سے خود ہی وہ رقم مسجد اور امام ومؤذن کو دے دے تو شرعاً جائز ودرست ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أَلَا لَا تَظْلِمُوا، لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ (مشكوٰة المصابيح، باب الغضب والعاريه: ۲۵۵)

نکاح خوانی کی اجرت مسجد یا رفاہی کاموں میں دینا:

س: بعض جگہوں پر کمیٹی والوں نے نکاح خوانی کی اجرت طے کر دی ہے کہ گاؤں میں جو بھی نکاح ہوگا مسجد کے امام نکاح پڑھائیں گے اور لڑکے والے سے پانچ ہزار روپے لیں گے جس میں سے ایک ہزار امام مسجد (جس نے نکاح پڑھایا ہے) کو، پانچ سو روپے مؤذن کو اور باقی مسجد یا رفاہی کاموں میں خرچ ہوں گے اس طرح کا معاملہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

ج: نکاح خوانی کی اجرت کے حقدار نکاح خواں ہیں اور جو اجرت باہمی رضامندی سے طے ہو جائے یا جو متعارف ہو وہی لی جائے، باضابطہ قانون بنا کر جبراً اجرت وصول کرنا اور اس رقم کو مسجد ومؤذن یا دیگر رفاہی کاموں پر صرف کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أَلَا لَا تَظْلِمُوا، الالَا يَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ (مشكوٰة المصابيح، باب الغضب والعاريه: ۲۵۵)

شادی کے موقع پر قانون بنا کر مسجد کے لیے رقم لینا:

س: کمیٹی نے طے کر رکھا ہے کہ گاؤں میں جس کے یہاں بھی شادی ہوگی اس کو پانچ ہزار روپے مسجد میں دینا ہوگا خواہ لڑکا کی شادی ہو یا لڑکی کی، لوگ ڈر کے مارے دے دیتے ہیں کیونکہ نہ دینے پر کمیٹی کی طرف سے سختی کو جھیلنا ہوگی۔

ج: شادی کے موقع پر اگر کوئی شخص اپنی خواہش ورضامندی سے مسجد میں کوئی رقم دیتا ہے تو شرعاً جائز ودرست ہے، لیکن باضابطہ قانون بنا کر جبراً رقم وصول کرنا اور نہ دینے پر سختی کرنا شرعاً درست نہیں ہے، اس طرح کی رقم مسجد میں لگانا بھی صحیح نہیں ہے (حوالہ بالا)

بھوج کے بدلہ رقم مسجد میں دینا:

س: ایک گاؤں والوں نے ضابطہ بنایا کہ کسی کی شادی میں بھوج نہیں ہوگا بلکہ اس کے بدلہ پچیس ہزار روپے مسجد میں دینا ہوگا، جو بھی اس کے خلاف کرے گا کمیٹی اس پر نوٹس لے گی، اس طرح قانون بنا کر رقم مسجد میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

ج: اس طرح کا قانون بنا کر جبراً رقم نہیں لی جا سکتی اور نہ ہی اس کو مسجد میں استعمال کیا جا سکتا ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ شادی بیاہ میں باراتیوں کے ہجوم اور بھوج کے نام پر بے تحاشا اخراجات پر کنٹرول کیا جائے، فضول خرچی اور نام ونمود سے بچا جائے، اسلامی طریقہ کو اختیار کیا جائے اور غیر اسلامی طریقے سے پرہیز کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح سے پہلے ولیمہ کا حکم

س: ہمارے یہاں دستور ہے کہ شادی سے ایک دن پہلے لڑکے والوں کے یہاں مہمان آتے ہیں اور اس میں مہمانوں کے لیے کھانا بنتا ہے اور اس میں لڑکے والے محلے کے لوگوں کی دعوت کر دیتے ہیں کہ اب ولیمہ کی ضرورت نہیں ہے تو کیا اس دعوت میں شریک ہو سکتے ہیں؟

ج: نکاح سے پہلے ولیمہ مسنون یا مشروع نہیں، لہٰذا شادی سے پہلے منڈھے کے نام سے جو باضابطہ دعوت کا رواج ہے، یہ غیر شرعی دعوت ہے، ایسی رسمی دعوت کرنے اور اس میں شرکت کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 24 مورخہ ۲۴ رذی الحجہ ۱۴۴۵ھ مطابق یکم جولائی ۲۰۲۴ء روز سوموار

حلف برداری تقریب اور نئے اسپیکر کا انتخاب

سابقہ روایات سے ہٹ کر حلف برداری تقریب میں پہلے سے بہت کچھ الگ ہوا، روایت یہ تھی کہ عبوری اسپیکر (جس کے ذمہ ارکان پارلیامنٹ کو حلف دلانا اور نئے اسپیکر کا انتخاب کرانا ہوتا ہے) سب سے قدیم ارکان پارلیمان ہوا کرتا تھا، اس اعتبار سے کوڈی کنیل سریش کو جو موبلی کارا کیرل سے آتے ہیں، عبوری اسپیکر ہونا چاہئے تھا، کیوں کہ وہ آٹھ بار رکن پارلیمان رہ چکے ہیں، کانگریس پارٹی سے جیت کر آئے ہیں، ان کی جگہ بی جے پی نے بھرت ہری مہتاب کو جو کٹک سے جیت کر آئے ہیں اور سات بار سے رکن پارلیمان ہیں، ان کو عبوری اسپیکر بنایا اور صدر جمہوریہ نے راشٹر پتی بھون میں پہلے ان کو حلف دلایا اور بعد میں نئے پارلیمنٹ ہاؤس میں سارے ارکان کو حلف دلایا گیا، لیکن دوروزہ سات ارکان حلف نہیں لے سکے، ان میں پہلا نام غازی پور سے منتخب افضل انصاری کا ہے، جو پارلیامنٹ میں حاضر بھی تھے، لیکن ان کو عدالتی کارروائی کا حوالہ دے کر حلف نہیں دلایا گیا، یہ مختار انصاری مرحوم کے بھائی ہیں جنہیں جیل میں زہر دے کر مارڈالا گیا تھا اور سماج وادی پارٹی کے ٹکٹ پر جیت کر پارلیامنٹ پہونچے ہیں، انجینئر راشد اور امرت پال سنگھ اس لیے حلف نہیں لے سکے کہ وہ اِن دنوں جیل میں بند ہیں، انجینیر راشد بارہ مولا سے عمر عبداللہ کو ہرا کر منتخب ہوئے ہیں، امرت پال سنگھ پنجاب کی کھڈور سیٹ سے جیت کر آئے ہیں، ان کا کسی پارٹی سے تعلق نہیں، وہ آزاد کھڑے ہوئے تھے اور رائے دہندگان نے جیل میں رہتے ہوئے پارلیمان تک انہیں پہونچا دیا، ان کے علاوہ کانگریس رکن پارلیمان ششی تھرور، ترنمول کانگریس کے تین ارکان شترو گھن سنہا، نورالاسلام اور دیپک ادھی کاری بھی حلف نہیں لے سکے۔

جن ارکان نے حلف لیا انہوں نے الگ الگ نعرے لگائے، جس کی وجہ سے پہلے ہی دن حکمران اور حزب مخالف میں وقفے وقفے سے جھڑپ ہوتی رہی، جو نعرے چرچا میں رہے، ان میں راہل گاندھی کا جے ہند جے سنویدھان، چھتریال گنگوار کا جے ہندو راشٹر، غازی آباد ایم پی ایل گرگ کا ڈاکٹر ہیڈ گوار زندہ باد، میرٹھ ایم پی ارونا گویل کا جے شری رام، عکدیہ ایم پی چندر شیکھر آزاد کا جے بھیم، جے بھارت قابل ذکر ہے، لیکن جس نعرہ نے سب سے زیادہ لوگوں کی توجہ مبذول کرائی وہ حیدر آباد سے منتخب ایم پی اسدالدین اویسی کا نعرہ جے بھیم، جے میم، جے تلنگانہ اور جے فلسطین کے ساتھ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر تھا، دراصل اسدالدین اویسی نے ان نعروں کے ذریعہ بھاجپا کے ارکان پارلیمان جو جے ہندو راشٹر اور جے شری رام کے نعرے لگا رہے تھے، سخت جواب دیا، دوسروں کے نعرے لگاتے وقت کوئی ہنگامہ نہیں ہوا، لیکن اویسی صاحب کے نعرے پر بی جے پی کے لوگ بے قابو ہو گئے اور اس وقت قابو میں آئے جب عبوری اسپیکر بھرت ہری مہتاب نے یقین دلایا کہ نعرے کارروائی کا حصہ نہیں بنیں گے، اتنے ہی پر بس نہیں ہوا، بلکہ اویسی کو رکن پارلیمان کی حیثیت سے نا اہل قرار دینے کی درخواست دستور کی دفعہ (۴) ۱۰۲ کے تحت صدر جمہوریہ دروپدی مرمو تک پہونچ چکی ہے اور صدر جمہوریہ کا کوئی عمل اب تک بی جے پی کے نظریہ کے خلاف سامنے نہیں آیا ہے، اس لیے اگر اسدالدین اویسی نا اہل قرار دیدیا جائے تو کوئی بعید نہیں ہے، جو نعرے اویسی صاحب نے لگائے اس میں فلسطین سے اپنے تعلق کے اظہار کا یہ موقع نہیں تھا، دوسرے موقعوں سے حکومت کو اس طرف متوجہ کیا جا سکتا تھا، ''جے فلسطین'' کی وجہ سے دوسرے نعرے کمزور پڑ گئے اور گودی میڈیا اسی ایک نعرے کو لے اڑا۔

حلف برداری کی تقریب کے بعد نئے اسپیکر کا انتخاب زبانی ہاتھ اٹھا کر کرا لیا گیا اور بی جے پی کے امیدوار اوم برلا دوبارہ اسپیکر بن گئے، وہ آزاد ہندوستان کی تاریخ میں دوسرے اسپیکر ہیں جنہیں دوبارہ موقع ملا ہے، اس کے قبل بلرام جاکھر دوبارا اسپیکر رہ چکے ہیں، لیکن انتخاب متفقہ نہیں ہوا، اس لیے کہ انڈیا الائنس نے کے سریش کی نامزدگی کرائی تھی، البتہ اس نے ووٹنگ پر زور نہیں دیا، کیوں کہ اس کو معلوم تھا کہ اعداد وشمار اس کے حق میں نہیں ہے اور کے سریش کسی حال میں جیت نہیں سکتے، اس لیے خاموش رہنے میں ہی عافیت نظر آئی۔

نئے اسپیکر نے آتے ہی یہ ثابت کر دیا کہ اسپیکر کبھی غیر جانب دار ہوا کرتا تھا، اب وہ پورے طور پر بی جے پی کا ہے اور اس کے چشم وابرو کے بغیر کچھ نہیں کرتا ہے اور نہ کر سکتا ہے، چنانچہ انہوں نے ایمرجنسی کے خلاف ایک تجویز پاس کروادی اور اسے جمہوریت اور دستور کے خلاف قرار دیا، اتنا ہی نہیں اس موقع سے اپنی جان گنوانے والوں کے لیے دومنٹ کی خاموشی بھی اختیار کی، اسپیکر نے اپنی جانب سے قرارداد پیش کر کے کانگریس پر سیدھا نشانہ لگایا، جس سے ان کا غیر جانبدارانہ کردار پہلے دن ہی باقی نہیں رہا، روایت یہ تھی کہ قراردادیں پارلیمانی ارکان کی طرف سے آتی تھیں، اسپیکر اس پر بحث کراتا تھا، پھر قرارداد پاس ہوتی تھی، اس بار ایسا کچھ نہیں ہوا۔

ایمرجنسی ۲۵ رجون ۱۹۷۵ء کو اندرا جی نے لگائی تھی، اس وقت یہ سب جیل میں تھے، جہاں جے پرکاش نرائن کی قیادت میں جنتا پارٹی کا جنم ہوا، اقتدار میں بھی جنتا پارٹی آ گئی تھی۔

جلد ہی جنتا پارٹی ٹوٹی اور پھر سے کانگریس برسر اقتدار آئی اور جنتا پارٹی کا حال یہ ہوا کہ ''ایک دَل کے ٹکڑے ہزار ہوئے کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا''

ایمرجنسی کے خلاف تجویز کا کوئی موقع نہیں تھا، لیکن کانگریس کو نیچا دکھانے کے لیے یہ ضروری سمجھا، حالاں کہ اتنے دنوں کے بعد عوام کو ان چیزوں سے کیا لینا دینا ہے، لیکن بی جے پی کے پاس اس قسم کے تماشوں کے علاوہ رہ ہی کیا گیا ہے، سو وہ اس قسم کے تماشے کرتی رہتی ہے۔

نشہ کی بڑھتی لت

نشہ ام الخبائث یعنی سارے برائیوں کی جڑ ہے، قرآن کریم میں اسے ناپاک شیطانی عمل قرار دیا ہے، بہار میں شراب بندی قانوناً ہے، لیکن دوسری نشہ آور اشیاء اس پابندی کے دائرے میں نہیں آتیں اور ان کا استعمال دھڑلے سے ہو رہا ہے، ان پر کوئی باز پرس نہیں ہے، دوسری ریاستوں میں بھی نشہ آور اشیاء پر کوئی پابندی نہیں ہے، اس لیے کیا بوڑھے، کیا جوان، سب اس لت کے شکار ہو رہے ہیں، جوانوں میں اس کا چلن قابو سے باہر ہوتا جا رہا ہے، مختلف ایجنسیوں کے سروے کے مطابق ہیروئین، براؤن شوگر، کوکین وغیرہ کی لتیں کچھ ریاستوں میں حد سے زیادہ ہیں، ہر دس میں سے چار مرد اور ہر سو میں چار خواتین تمباکو سے بنی کسی نہ کسی چیز کا استعمال کر رہی ہیں، گذشتہ ایک ماہ میں ہر چار میں سے ایک مرد نے شراب کا استعمال نقصان دہ طریقوں سے کیا اور کئی کی جانیں چلی گئیں، بھانگ کا استعمال دو فی صد اور گانجہ کا استعمال آٹھ فی صد لوگ کر رہے ہیں، دو اعشاریہ ایک فی صد لوگ ہیروئن، ڈوڈا، کوڈنی پر مشتمل کف سیرپ، افیم اور اس سے بنی دوسری اشیاء سے اپنی اس لت کو پورا کر رہے ہیں، ایک اعشاریہ چودہ فی صد لوگ وہ ہیں جو ہیروئن اور دیگر دواؤں کا استعمال نشے کے لیے کرتے ہیں، صرف نوجوانوں کی بات کریں تو پندرہ سے چوبیس سال کے نوجوانوں میں یہ لت ہر آٹھ میں سے ایک کے اندر پائی جا رہی ہے، ہر آٹھ میں ایک لڑکا کھینی اور گٹکا استعمال کر رہا ہے، انیس سال سے کم عمر کے ایسے بچے ہر سو میں ایک ہیں، جو شراب کے ذریعہ نشہ حاصل کرتے ہیں، گانجہ، بھانگ افیم اور سونگھنے والی چیزوں سے نشہ حاصل کرنے والوں کی تعداد بھی اسی تناسب میں ہے۔

نشہ کی اس بڑھتی لت سے جسمانی اعضاء تو برباد ہو ہی رہے ہیں، دل ودماغ بھی اس سے متاثر ہوتا ہے، کوکن، افیم بھانگ لینے والوں کی حالت اس قدر غیر ہو جاتی ہے کہ وہ پاگلوں کی طرح رہنے لگتے ہیں، نشہ کی وجہ سے کمائی کی ساری رقم اس پر خرچ ہو جاتی ہے اور خانگی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، درہم برہم کا مطلب صرف کھانا خرچہ کی کمی نہیں، بیوی بچے بھی بُری طرح متاثر ہوتے ہیں، نشہ کی حالت میں مرد اپنی عورتوں کو مار پیٹ کرنے سے باز نہیں آتا، جس سے عورت کے دل میں ایسے مرد سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے، طلاق کے بیش تر واقعات نشے میں دُھت ہونے کی وجہ سے پیش آتے ہیں اور خاندان بکھر کر رہ جاتا ہے، سرکار نے اس مصیبت سے نجات دلانے کے لیے بہت سارے مراکز کھول رکھے ہیں، جہاں یہ بُری لت چھوڑنے کے لیے تدبیریں کرائی جاتی ہیں، لیکن یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جیسے ہی وہاں سے آزاد ہوا، پھر سے وہ پُرانی روش پر واپس آ جاتا ہے۔

اس بیماری کو دور کرنے کے لیے مذہبی اقدار اور تعلیمات سے ان کو واقف کرانا ضروری ہے، اس کے مضر اثرات سے واقفیت اور تدریجاً اس کے تدارک کی کوشش بھی، کارگر ہوتی ہے، اہل اللہ کی صحبت بھی اس عادت کو چھڑانے میں معاون اور مؤثر ہوتی ہیں، کہا تو یہ جاتا ہے کہ ''چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی'' لیکن دنیا کو معلوم ہے کہ جگر مرادآبادی جیسے بلانوش کو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی صحبت نے اس قدر شراب سے متنفر کر دیا کہ جب ڈاکٹروں نے کہا کہ نہیں پئیں گے تو مر جائیں گے تو انہوں نے معالجین سے پوچھا کہ پئیں گے تو کتنے دن زندہ رہیں گے، کہا یہی کوئی دس پانچ سال، کہنے لگے جب مرنا ہی ہے تو پانچ سال پہلے اور پانچ سال بعد کیا، میں تو اسے منہ نہیں لگاؤں گا، چاہے مر جاؤں، اس کا مطلب ہے کہ ناممکن کچھ نہیں ہے، ضرورت سخت محنت کی ہے تا کہ نشہ کی یہ لت چھوٹ جائے اور سماج اس بُرائی سے بچ سکے۔

کیجریوال کا قصور

دہلی کے وزیر اعلیٰ اروند کیجریوال کی پریشانیاں دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں، نچلی عدالت سے ضمانت ملتی ہے، ہائی کورٹ عمل درآمد پر روک لگا دیتا ہے، سپریم کورٹ میں عرضی داخل کرتے ہیں، اس کے قبل ہی سی بی آئی انہیں گرفتار کر لیتی ہے اور سپریم کورٹ سے عبوری ضمانت پر روک کے خلاف عرضی واپس لینی پڑتی ہے، تا کہ الگ سے وہ مستقل ضمانت کے لیے پھر سے عرضی لگا سکیں، اسی پارٹی کے منیش سسوڈیا جنہوں نے وزیر تعلیم کی حیثیت سے دہلی کے تعلیمی اداروں کو نئی جہت اور نئی سمتوں سے آشنا کیا، بہت پہلے سے جیل میں بند ہیں اور ابھی ان کے باہر آنے کے امکانات نظر نہیں آتے۔

ان دونوں لیڈران پر ایکسائز پالیسی سے متعلق بدعنوانی کا الزام ہے اور ای ڈی نیز سی بی آئی باری باری ان پر شکنجہ کستی رہتی ہے، عدالتی کارروائی اور سی بی آئی وغیرہ کی جانب سے جانچ کی رپورٹ جو گودی میڈیا پر نشر ہوتی ہے اسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے تا کہ کیجریوال کی شخصی حیثیت زیادہ سے زیادہ مجروح ہو اور آئندہ دہلی الیکشن میں عاپ پر سے عوام کا اعتماد اٹھ جائے اور بی جے پی کی راہ ہموار ہو سکے، بی جے پی اور اس کے ہم نوا اچھی طرح جانتے ہیں کہ عاپ اور کیجریوال کو مختلف عنوانات سے کمزور نہ کیا گیا تو اگلے انتخاب میں وہ پھر سے بی جے لی کے دہلی حکومت بنانے کے خواب پر جھاڑو پھیر دیں گے، ان کا انتخابی نشان جھاڑو ہی ہے اور اس سے پہلے کے دو انتخاب میں انہوں نے دیگر سیاسی پارٹی کے امیدواروں پر جھاڑو پھیر کر دکھا بھی دیا ہے۔

پورا ہندوستان اس بات کو جان رہا ہے کہ مودی کے پہلے دس سالہ دور حکومت میں ای ڈی، آئی بی اور سی بی آئی کا استعمال مخالفین کو دبانے، جیل بھجوانے انہیں ہراساں کرنے کے لیے کیا جاتا رہا ہے اور بہت سارے معاملات میں عدالت نے ای ڈی کے ذریعہ ملزم بتائے گئے شخص کو باعزت بری بھی کیا ہے، لیکن حکومت ان ایجنسیوں کا استعمال اس طرح کر رہی ہے کہ جو مخالف ہے، سب قابل دار ورسن ہے اور جو بی جے پی میں چلا گیا اس کا سب داغ دھبہ دھل کر رہ جاتا ہے گویا بی جے پی سیاسی پارٹی نہیں کپڑا دھونے کی مشین ہے کہ جو اس میں گیا سب پاک صاف ہو گیا۔

کیجریوال کے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے، بہت سارے معاملات میں مرکزی حکومت دہلی انتظامیہ میں دخیل ہے، وہاں کے لفٹنٹ گورنر منتخب حکومت کو شاہی فرمان کی طرح حکم دیتے ہیں، دہلی کی پولیس مرکزی حکومت کے قبضے میں ہے، ایسے میں کیجریوال پسے جا رہے ہیں، ان کی بگڑتی صحت کا بھی خیال کسی کو نہیں ہے، گھوٹالہ انہوں نے کیا یا نہیں اس کا فیصلہ عدالت کو کرنا ہے، جیسے دلائل ای، ڈی، سی بی آئی فراہم کرے گی، اس کے مطابق فیصلہ ہوگا، یہ ادارے مودی اور امیت شاہ کے اشارے پر کام کرتے ہیں، ایسے میں دلائل جُٹا بھی لیے جا سکتے ہیں، آئندہ جو کچھ بھی ہو، سچ یہی ہے کہ اروند کیجریوال کا سب سے بڑا قصور یہ ہے کہ وہ بی جے پی کو دہلی میں شکست دے سکتے ہیں اور یہی وہ قصور ہے جو ان کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے رکھے ہوا ہے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

حاجی محمد اشرف خاں - اتنی دور چلا گیا، جتنا قریب تھا

اشرف بھائی بھی جدا ہوگئے، تاریخ ۱۸؍جون ۲۰۲۴ء مطابق ۱۱؍ذی الحجہ ۱۴۴۵ھ اور دن منگل کا تھا، فجر کی نماز باجماعت پڑھی، معمولات پورے کیے، ناشتہ کیا، ایک کاغذ کی تلاش تھی تو اس میں لگ گیے، کتابوں کو جھاڑ پونچھ کیا، دوپہر کے بارہ بج گئے، تکان محسوس ہوئی، دہلی کی گرمی الاماں والحفیظ، پسینے پسینے ہوگئے، آرام کی غرض سے بغل کے روم میں کولر چلا کر لیٹ گیے اور چلتے بنے، جاتے جاتے بتا گیے کہ کس قدر آسان ہے موت، نہ نزع کی تکلیف، نہ سکرات کی آہ وفغاں، نہ ہاتھ کھینچا اور نہ پاؤں، آنکھوں کو اپنے اس محبوب کے دیدار اور وصال کے لیے بند کرلیا، جس کے لیے پوری زندگی وہ کام کرتے رہے اور کام آتے رہے تھے، حادثہ ان کی رہائش گاہ ابوالفضل نئی دہلی میں پیش آیا، خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلی، جس نے سنا حیران وششدر رہ گیا، جنازہ ان کے آبائی گاؤں بکہی بناہی، بھوجپور لایا گیا، ۱۹؍جون کو بعد نماز عصر جنازہ کی نماز اس حقیر (محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) نے پڑھائی اور مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں اہلیہ، ایک لڑکا نوشاد خاں اور دو بھائی اصغر خاں پروفیسر کریم سٹی کالج جمشید پور اور محمد اسلم خاں ہیں۔

حاجی محمد اشرف خاں بن محمد توفیق خاں (م۱۹۹۳ء) بن محمد کاظم خاں بن راجہ خاں بن جنگلی خاں، بن بھولی خاں آدھار کارڈ کے مطابق ۳۱؍دسمبر ۱۹۵۴ء کو موضع بکہی، ڈاکخانہ بناہی، تھانہ بہیا، ضلع بھوج پور میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم پرائمری اردو اسکول بکہی میں پائی، والد صاحب ٹسکو جمشید پور میں ملازم تھے، اس لیے آگے کی تعلیم جمشید پور میں پائی، سنٹرل کریمیہ ہائی اسکول سے میٹرک اور کریم سٹی کالج جمشید پور سے آئی کوم اور بی کوم کیا، گریجویشن کے بعد اپنے گاؤں بناہی لوٹ آئے اور مختلف اوقات وایام میں انہوں نے کھاد، کوئلہ اور ہڈی کی تجارت کی، سیاسی شعور بھی تھا اور ذوق بھی اس لیے اس وقت کے مقامی ام، ال اے پروفیسر کے کے تیواری کے ساتھ لگ گیے اور ان کے انتخابی جلسوں میں بھرپور حصہ داری نبھائی اور اپنی جوشیلی تقریروں کے ذریعہ مسلم رائے دہندگان کو ان کے حق میں ہموار کیا، جب وہ جیت گیے تو وہ اشرف بھائی کو گاؤں سے اٹھا کر پٹنہ لے آئے اور بھارت ویگن میں جنرل منیجر کے پی اے کے طور پر ان کی بحالی ہوگئی، کئی سال یہاں انہوں نے ملازمت کی، اس زمانہ میں موریہ لوک میں اس کی آفس ہوا کرتی تھی، بھارت ویگن نے جب پٹنہ میں اپنا کام بند کیا تو دوسرے ملازمین کے ساتھ انہوں نے بھی رضا کارانہ طور پر سبکدوش ہونے کا فیصلہ لیا اور سبکدوش ہوگیے، پھر وہ کئی ماہ سعودی عرب رہے، لیکن یہ ملازمت انہیں راس نہیں آئی، واپس ہوئے اور دہلی میں قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا، میں نے مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ اسلامیہ قاسم العلوم مدھوبنی سوپول کی دہلی آفس میں وقتی طور پر ان کے رہائش اور خورد ونوش کا انتظام کیا، کچھ دن وہاں قیام کے بعد وہ صدر شعبہ فائن آرٹ جامعہ ملیہ یونیورسٹی دہلی کے اسٹنو کے طور پر کام کرنے لگے اور کوئی اٹھارہ سال کا عرصہ اس ملازمت میں گذر چکا تھا، وہ تبلیغی جماعت کے مضبوط رکن تھے، مزاج شریعت پر عمل کا تھا، اس لیے تصویر اور مجسمہ سازی جو اس شعبہ کا اصل کام تھا اور طلبہ وطالبات کو یہ کام سکھایا جاتا تھا، اس سے ان کو نفرت اور الرجی تھی، بہت سمجھا بجھا کر اور ذاتی معاشی مجبوریوں کی وجہ سے وہ اسے گوارہ کیے ہوئے تھے، ہم لوگوں نے انہیں سمجھا رکھا تھا کہ جب تک متبادل نہ ملے ان کو اسے نہیں چھوڑنا چاہیے اور یوں بھی آپ کی عملی شرکت تو ان کاموں میں ہے نہیں، اس لیے گوارہ کیجیے اور وہ بادل نخواستہ اس شعبہ میں کام کرتے رہے۔

اشرف بھائی سے میرے تعلقات کم وبیش پینتیس (۳۵) سال کو محیط تھے، میں جس زمانہ میں مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور ویشالی میں استاذ تھا اور بہار مدرسہ بورڈ نے میری خدمات بہار مدرسہ بورڈ کی تاریخ لکھنے کے لیے آن ڈپوٹیشن لیا تھا، اس زمانہ میں گولک پور، مہندرو پٹنہ کے ایک کھپریل کمرے میں ہم دونوں ساتھ ساتھ رہا کرتے تھے، کھانا میس سے آتا تھا، دو چوکی کے بعد صرف کمرے میں گھسنے کی جگہ بچتی تھی، ہم لوگوں نے کم وبیش پانچ سال ۱۹۹۰ء سے ۱۹۹۴ء تک ایک ساتھ گذارے، وہ بھارت ویگن میں تھے اور میں مدرسہ بورڈ میں، بعد میں وہ ہارون نگر سیکٹر-۲ منتقل ہوگئے تھے اور میں کوئی دس سال بعد امارت شرعیہ کے نائب ناظم کی حیثیت سے امارت شرعیہ طلب کرلیا گیا، باتیں، ملاقاتیں ہوتی رہیں، اس پورے عرصہ میں ان کے کام میں تو نہیں آسکا، لیکن وہ بار بار میرے کام آتے رہے اور میں ہی کیا وہ ہر ایک کے کام آتے تھے، ان کے نام کا اچھا خاصہ اثر ان کی شخصیت پر تھا، وہ شریف تھے اور اشرف بھی، ہر انسان اشرف المخلوقات ہے، لیکن انہوں نے یہ مقام لوگوں کی خدمت کرکے حاصل کیا تھا، دہلی میں میرا یا ان کے گاؤں کے کسی کا کوئی کام اٹکتا تو اشرف بھائی کی یاد آتی، ۲۰۱۲ء میں جب اللہ کے بلاوے اور شاہ سلمان کی دعوت پر مجھے حج کی سعادت ملی تو سفر میں ایک روز باقی تھا اور یہ اتوار کا دن تھا، مجھے ٹیکہ نہیں لگا تھا جو سفر کے لیے انتہائی ضروری تھا، اشرف بھائی نے اپنا پوا پاسی لگا کر دہلی حج ہاؤس کو میرے ٹیکہ لگانے کے لیے اتوار کو کھلوا دیا اور میں ایک بڑی پریشانی سے بچ گیا، انہوں نے الشفا ہوسپٹل سے اتوار کے دن جانچ کرا کر صحت سرٹیفکٹ بنوا دیا، میری بیٹی ناصبہ عشرت کا جامعہ ملیہ اسلامیہ میں داخلہ ہوا تو ہوسٹل دلوانے میں انہوں نے جدوجہد کی اور بیٹی ہی نہیں، بھتیجی تک کے لیے ہوسٹل الاٹ کرا کر دم لیا، دہلی میرا سفر ہوتا تو زبردستی وہ مجھے پکڑ کر اپنے گھر کھانے پر لے جاتے، صبح یونیورسٹی جاتے ہوئے میرے لیے ناشتہ گھر سے لے کر آتے، ستو بھری روٹی، اچار اور آملیٹ میرا پسندیدہ ناشتہ ہے، ان کی اہلیہ بھی اس کا بہت خیال رکھتی تھیں، ایران کا میرا سفر تھا، مقالہ کمپوز نہیں ہوسکا تھا، کچھ مواد کی بھی ضرورت تھی، جامعہ کے ایک پروفیسر سے مل کر انہوں نے میری یہ پریشانی دور کی، ہر جاڑے میں مارکیٹ سے میرے پہننے کے لیے وہ ایک جیکٹ خریدتے اور جب ملاقات ہوتی، پیش کرتے، ان کے گاؤں میں ایک مدرسہ ہے، ذمہ داروں کو ہدایت دے رکھی تھی کہ جلسہ ہر حال میں میری صدارت میں ہوگا، آخری جلسہ اسی سال فروری میں ہوا تھا، وقت مجھ سے انہوں نے ہی لیا اور ساری مشغولیات کے باوجود مجھ سے ملنے گاؤں آئے، جلسہ میں شریک ہوئے، دور شاہ پور سے استقبال کرنے والوں کی لائن لگوائی، خود بھی پیش پیش رہے، جب تک میرا قیام وہاں رہا، ساتھ ساتھ لگے رہے، اب ایسے مخلص لوگ کہاں ملتے ہیں، یہ میری ان سے آمنے سامنے کی آخری ملاقات تھی۔

جامعہ میں ملاقات ہوتی تو کینٹین سے بریانی منگوا کر کھلواتے، کہیں جانا ہوتا تو وقت نکال کر ساتھ ساتھ جاتے، یقیناً دہلی کی مصروف زندگی میں یہ کام آسان نہیں ہوتا، میں نے دہلی میں ''اپنا پن'' کا اظہار کرنے والے مختلف لوگوں کو مختلف اوقات میں آزمایا، وقت دینے کے معاملے میں سب کمزور ثابت ہوئے، مجھے اپنا سمجھنے کہنے والے تو بہت ہیں، لیکن جن سے مل کر ''اپنا پن'' کا شدید احساس ہوتا تھا وہ صرف اشرف بھائی تھے۔

اشرف بھائی کی دادی ہال، نانی ہال، سسرال سب بکہی میں ہی تھی، ان کے نانا محمد رمضان خاں بن جمن خاں تھے، شادی رشتہ کے چچا کی لڑکی سے تھی، ان کے سسر محمد مہدی خاں (م۲۰۱۰ء) بن محمد کبیر خاں بن محمود خاں بن جنگلی خاں بن بھولی خاں تھے، دادی ہال اور سسرالی سلسلہ نسب جنگلی خاں پر آکر مل جاتا ہے۔

اشرف بھائی کے گذر جانے کا جو صدمہ مجھے پہونچا ہے اس کو الفاظ میں بیان کرنا آسان نہیں ہے، غم کی اس کیفیت کی تصویر کشی کے لیے میرے پاس الفاظ ہی نہیں ہیں، اللہ مغفرت فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل دے اور ان کی خدمات اور حسن سلوک کے عوض انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العلمین

کتابوں کی دنیا

✍: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

رسالہ معاصر اور ان کے چند قلم کار

ڈاکٹر محمد نور اسلام علیگ (ولادت ۳؍اگست ۱۹۶۴) بن ولی احمد مرحوم حال مقام ۳۰۱، حق انکلیو آشانہ روڈ پٹنہ-۱۴، انسپکٹر وناظم امتحانات بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ خاصے پڑھے لکھے انسان ہیں، ملازمت کی پیشہ وارانہ خشکی کے باوجود انہوں نے لکھنے پڑھنے کا معمول جاری رکھا، جس کی وجہ سے ان کے مزاج میں خشکی نہیں پیدا ہوسکی، وہ سدا بہار شخصیت کے مالک ہیں، ان کے ہونٹوں پر کبھی مرئی اور کبھی غیر مرئی لکیریں تبسم کی رواں رہتی ہیں، وہ مختلف انداز کی مجلسوں میں تشریف فرما ہوتے ہیں، اور ہم لوگ انہیں صائب الرائے سمجھتے ہیں۔

ڈاکٹر نور اسلام سے میرے تعلقات نصف صدی سے زیادہ پر محیط ہیں، اس کا آغاز دار العلوم مئو سے ہوا تھا، جہاں ہم دونوں مولانا حسین احمد ناصری دامت برکاتہم کے زیر سایہ تعلیم پا رہے تھے، پھر ہم دونوں دو الگ سمت کے راہی ہوگیے، میں مدرسہ کی تعلیم میں لگا رہا اور وہ عصری علوم سے وابستہ ہوگیے، راہیں الگ ہوگئیں لیکن دل آج بھی ویسے ہی لگا رہتا ہے۔

انہوں نے پی ایچ ڈی تو قاضی عبدالودود پر کیا ہے، لیکن مہارت مدرسہ بورڈ کے نصاب تعلیم، نظام امتحان میں ہے، نصاب کے سلسلے میں ان کے مشورے انتہائی اہم ہوا کرتے ہیں، امارت شرعیہ جو اسکول کا نصاب تیار کرا رہی ہے اس کے وہ اہم رکن ہیں، اور اپنی معلومات سے اسے مفید اور کارآمد بنانے میں اپنی حصہ داری نبھاتے ہیں۔

انہوں نے علی گڈھ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سے ایم اے اردو، ایم فل، پی ایچ ڈی کیا ہے، یہیں کے جامعہ اردو سے ادیب کامل کی سند حاصل کی اور للت نرائن متھلا یونیورسیٹی دربھنگہ سے ایم اے سماجیات میں ڈگری حاصل کی، وہ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے کئی ادبی رسائل کے ایڈیٹوریل بورڈ میں بھی ہیں، مسلم یونیورسیٹی علی گڈھ کے ابنائے قدیم ہیں تو اس کے ممبر تو ہوں گے ہی، یہ ممبری ابناء قدیم کی علی گڈھ یونٹ اور دربھنگہ یونٹ میں بھی قائم ہے، وہ سخاوت ایجوکیشنل سوسائٹی سمستی پور کے ممبر اور سرسید سوسائٹی آف سوشل ویلفیر دربھنگہ کے سکریٹری ہیں، ان کی کئی کتابیں قاضی عبدالودود کی علمی وادبی خدمات، مدارس ملحقہ کے نظم وضبط کے اجزاء ترکیبی، معاصر کا توضیحی اشاریہ اور بہت سارے مضامین ومقالات شائع ہوکر اہل علم میں مقبول ہوچکے ہیں۔

''رسالہ معاصر اور ان کے چند قلم کار'' ڈاکٹر محمد نور اسلام کی تازہ تالیف ہے، اس میں انہوں نے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ''معاصر'' کے چند اہم قلم کاروں کا مختصر اور تفصیلی تعارف کرایا ہے، اس کی ترتیب کیف ما اتفق ہے، نہ ان میں حروف تہجی کا خیال رکھا گیا ہے اور نہ ہی تاریخ ولادت ورحلت کا، بیش تر قلم کاروں کے تذکرے میں ان کی تاریخ وفات درج نہیں ہے، حالاں کہ تاریخ وفات عمومی طور پر دستیاب ہو تو تذکرہ تاریخ وفات کے بغیر مکمل نہیں ہوا کرتا، ہر بڑا آدمی اور قلم کار پیدا تو عام انسانوں کی طرح ہی ہوتا ہے اور بہت ساروں کے یہاں تاریخ ولادت حقیقی محفوظ بھی نہیں ہوتی، لیکن تاریخ وفات کا معاملہ الگ ہے، مرنے کے وقت وہ اتنا متعارف ضرور ہوتا ہے کہ اس کی تاریخ وفات لوگ محفوظ رکھتے ہیں، یہ ایک فطری عمل ہے، اس کی کمی اس کتاب میں کھٹکتی ہے۔

جس رسالہ کے قلم کار کا تذکرہ اس کتاب میں ہے، اس کا نام معاصر تھا، اس رسالہ کا پہلا شمارہ نومبر ۱۹۴۰ء میں آیا تھا، اور جلد ہی اس نے معیاری تحقیق وتنقید، اعلیٰ نظمیں بہترین افسانے اور لائق ذکر تبصروں کی اشاعت کی وجہ سے علمی دنیا میں ایک مقام بنالیا، اگر اس کی کتابت، طباعت، کاغذ اور ٹائٹل قارئین کی ذوق کی تکمیل کرتا تو اسے دشواریوں کا سامنا نہیں کرتا، لیکن درمیان میں اس کی اشاعت مالی بحران کی وجہ سے رکی بھی، اس کا آخری شمارہ دسمبر ۱۹۸۳ء میں نکل کر بند ہوگیا، دائرہ ادب نے اس رسالہ کے ذریعہ چالیس سال تک اردو صحافت کو فروغ دیا، یہ خود اپنے میں بڑی بات ہے، معاصر نے نمبروں کی اشاعت کی طرح نہیں ڈالی، اس کا صرف ایک شمارہ قاضی عبدالودود کے نام پر نکلا تھا اور بس، معاصر میں ہی ماسٹر عبدالحکیم کا وہ طویل مضمون ''حاجی پور مرحوم'' کے نام سے چھپا تھا جو آج بھی حاجی پور اور اس کے نواح کی تاریخ جاننے کے لیے ماخذ کا درجہ رکھتا ہے، میں نے بھی تذکرہ مسلم مشاہیر ویشالی میں اس سے بہت استفادہ کیا تھا۔

ڈاکٹر محمد نور اسلام صاحب نے اس کتاب میں ''معاصر'' کے چند اہم قلم کاروں کا ذکر کیا ہے، جن حضرات کا ذکر ہے ان میں سید حسن، سید محمد محسن، سید محمد حسنین، شکیلہ اختر، حافظ شمس الدین احمد شمس منیری، مختار الدین، آرزو، سید شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی، قاضی عبدالودود، ڈاکٹر عظیم الدین احمد، کلیم الدین احمد، عندلیب شادانی، پروفیسر فضل الرحمٰن، اختر اورینوی، کل ایک درجن قلم کار شامل ہیں، لیکن اس سے کہیں زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے جنہیں غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کردیا گیا ہے، مثال کے طور پر احمد حسن، احمد ذوالسیفین، ظفیر الحسن وارث، سید احمد، عزیز احمد ارکوی، سید عزیز حیدر پھوی، سید علی اکبر قاصد، سید عبد الرؤف، اشفاق حسین، معین الدین دردائی، بدیع مشہدی، سید صدر الدین فضا، رضیہ رعنا، مناظر الاحسن روش، نصیر حسین خیال، سید حسن عسکری، قیام الدین وغیرہ، ان میں سے کئی کا شمار تو مشاہیر میں ہوتا ہے (بقیہ صفحہ: ۱۳؍پر)

Scanned with CamScanner

حکایات اهل دل

ﺑﻘﻠﻢ: مولانا رضوان احمد ندوی

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کے چند واقعات

(۱) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو سفر حج میں پانی کی ضرورت پیش آئی، ایک اعرابی (بدو) سے پانی کے مشکیزہ کا سودا کرنا چاہا، وہ پانچ درہم سے کم قیمت پر تیار نہ ہوا، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ مشکیزہ اس سے خریدلیا، اس کے بعد ستو نکالا اور اس سے پوچھا کیا آپ ستو کھائیں گے، اس نے کہا: ہاں، کھاؤں گا، امام صاحب نے اس کے سامنے ستو رکھدیا، اس نے جتنا جی چاہا کھالیا، اسے پانی پینے کا تقاضا شدید ہوا، (وہ اپنے پانی کو امام صاحب کے ہاتھ فروخت کر چکا تھا)۔ امام صاحب سے پانی طلب کیا تو مفت پانی دینے سے انکار کردیا، بالآخر اس نے اپنے پینے کی مقدار امام صاحب سے (خریدنے پر مجبور ہوا اور) پانچ ہزار درہم میں خریدا۔ (الاشباہ والنظائر: ۲/۱۷۳)

(۲) خطیب خوارزمی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ شہنشاہ روم نے خلیفہ کے پاس اپنے قاصد کے ہاتھ بہت سارا مال بھیجا اور اس سے کہا کہ علماء سے تین مسائل کی معلومات کرے، اگر جواب دیدیں تو یہ مال ان پر صرف کردے اور اگر جواب نہ دے سکیں تو مسلمانوں سے خراج کا مطالبہ کرنا، خلیفہ نے علماء سے سوال کیا، کسی نے تسلی بخش جواب نہیں دیا، حضرت امام ابوحنیفہ اس وقت بہت کم عمر تھے (بچے تھے)، حضرت امام صاحب اپنے والد صاحب کے ہمراہ تھے، رومی کو جواب دینے کے لئے والد صاحب سے اجازت طلب کیا مگر انہوں نے اجازت نہیں دیا، امام صاحب (نوعمر بچے) کھڑے ہوئے اور براہِ راست خلیفہ سے جواب دینے کے لئے اجازت طلب کیا، اس نے اجازت دیدیا، اس وقت رومی قاصد ممبر پر بیٹھا ہوا تھا، امام صاحب نے اس سے کہا: سوال آپ کررہے ہیں، اس نے کہا ہاں، امام صاحب نے کہا کہ آپ نیچے اپنی جگہ لیں اور ممبر کی جگہ میرے لئے خالی کردیں، رومی اتر آیا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ممبر پر بیٹھے، فرمایا: اب سوال کرو (کیا سوال ہے)۔

(۱) اس نے کہا اللہ تعالیٰ سے پہلے کیا چیز تھی؟

امام صاحب نے کہا: گنتی شمار کرنا جانتے ہو، کہا ہاں (جانتا ہوں، تو فرمایا: اچھا بتاؤ ایک (کی گنتی) سے پہلے کیا ہے؟ کہا وہی پہلے نمبر پر ہے اس سے پہلے کچھ نہیں، تو فرمایا کہ جب واحد مجازی لفظی سے پہلے کچھ نہیں تو واحد حقیقی سے پہلے کیسے ہوسکتا ہے۔

(۲) رومی نے دوسرا سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ کس سمت ہے؟

فرمایا جب تم چراغ جلاتے ہو تو اس کی روشنی کس طرف جاتی ہے (آج کی مثال بلب کی روشنی کا رُخ کدھر ہوتا ہے) اس نے کہا اس کی روشنی تو چاروں سمت برابر ہوتی، تو امام صاحب نے فرمایا کہ مجازی روشنی جو تم نے چراغ جلا کر حاصل کی ہے اور وہ زائل اور ختم ہوجانے والی ہے اس کے لئے کوئی سمت (اور جہت وجانب) خاص نہیں تو خالق سماوات والارض جس کی ذات قدیم اور دائمی اور دوسروں کو فیض پہونچانے والی ہے اس کے لئے کسی خاص سمت کو کیسے خاص کیا جاسکتا ہے۔

(۳) اس نے تیسرا سوال کیا کہ ذات باری تعالیٰ کس چیز میں مشغول ہے؟

(تو امام صاحب تو پہلے سے ممبر پر تشریف فرما ہوچکے، رومی کو نیچے بٹھادیا تھا) فرمایا کہ تیرے جیسے (عقیدہ) مشبہہ کے قائل کو اتار کر ممبر سے نیچے کرتا ہے اور میرے جیسے موحد کو جب وہ زمین پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے ممبر نشین کردیتا ہے، كل يوم هو في شأن (سورہ رحمٰن) یعنی ہر وقت اور ہر لحظہ حق تعالیٰ کی ایک خاص شان ہوتی ہے (کسی کو حیات، کسی کو موت، کسی کو عزت، کسی کو ذلت، کسی کو تندرستی، کسی کو بیماری، کسی کو مصیبت، کسی کو نجات، کسی کو غم کسی کو خوشی دیتا رہتا ہے)۔

چنانچہ وہ رومی مال وہیں چھوڑ کر واپس لوٹ گیا۔ (الاشباہ والنظائر: ۳/۳۷۰) یہ واقعہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں ایک ولیمہ میں شریک ہوئے جس میں علماء اور شرفاء جمع تھے، دو ترکوں کا دو لڑکوں سے نکاح ہو، (اسی کا ولیمہ تھا) خواتین سے وہاں ایک غلطی یہ ہوئی کہ ان لڑکوں کو ہر ایک کو دوسرے کی بیوی کے پاس بھیجدیا اور تنہائی بھی ہوگئی (اب مسئلہ کھڑا ہوا) حضرت سفیان نے حضرت علی کے فیصلہ کے مدنظر یہ فیصلہ کیا، دونوں پر مہر واجب اور دونوں اپنے اپنے شوہر کے پاس چلی جائیں، یہ مسئلہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پوچھا گیا، تو امام صاحب نے فرمایا: ان دونوں لڑکوں کو میرے پاس بلوائیں، چنانچہ دونوں آگئے، امام صاحب نے ان دونوں سے سوال کیا کہ جس عورت کے پاس تم پہونچے کیا تم کو وہ پسند ہے، دونوں نے کہا ہاں (ہم کو وہ پسند ہے) پھر ان دونوں سے کہا کہ جو عورت تمہارے بھائی کے پاس پہنچ گئی اس کو طلاق دیدو (تم بھی اور تم بھی) ان دونوں نے ایسا ہی کیا، پھر امام صاحب دونوں کو تجدید نکاح کا حکم دیا (کہ اب اسی سے نکاح کرلو) سفیان اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور امام صاحب کی پیشانی کا (خوشی میں) بوسہ دیا۔ (الاشباہ والنظائر: ۳/۳۷۰)

(۴) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک باغ میں تشریف لے گئے، امام صاحب اپنے اصحاب کے ساتھ واپس آرہے تھے کہ راستے میں ابن لیلی سے ملاقات ہوگئی، وہ اپنے خچر پر سوار تھے، اب دونوں حضرات ساتھ چلنے لگے، ان حضرات کا گذر ایک ایسی جگہ ہوا جہاں کچھ عورتیں غنا اور سرور میں مشغول تھیں، وہ سب خاموش ہوگئیں، امام صاحب بول پڑے احسنتن (تم لوگوں نے اچھا کیا) (یہ قصہ ہوگیا، اس کے بعد کا یہ واقعہ ہے کہ) ابن ابی لیلیٰ کے پاس مقدمات کی ایک فائل تھی جس میں گواہی میں ابوحنیفہؒ کا نام تھا، اس کی گواہی کے واسطے ان کو بلایا جب یہ حاضر ہوئے تو ان کی گواہی کو رد کردیا اور رد کرنے کی وجہ یہ بیان کیا کہ آپ نے مغنیات کو کہا تھا احسنتن تم لوگوں نے اچھا کیا (آپ نے غنا وسرور کی تحسین کی) امام صاحب نے فرمایا آپ بتائیں کہ میں نے یہ جملہ کب کہا تھا جب گارہی تھیں، اس وقت کہا تھا یا جب وہ (ہم لوگوں کو دیکھ کر) خاموش ہوگئی تھیں اس وقت کہا تھا، ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ جب وہ خاموش ہوگئی تھی، امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے ان کی خاموشی پر احسنتن (تم نے اچھا کیا) کہا تھا، تو ابن ابی لیلیٰ نے گواہی قبول کرکے اس کے مطابق فیصلہ کردیا۔ (الاشباء والنظائر: ۳/۳۷۰)

(۵) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے یوں کہا: (۱) میں جنت کی امید نہیں رکھتا (۲) جہنم سے نہیں ڈرتا اور نہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں (۴) مردار کھاتا ہوں (۵) اور بے قرآن کی تلاوت اور بے رکوع سجدہ نماز پڑھتا ہوں (۶) اور اس چیز کی شہادت دیتا ہوں جو میں نے نہیں دیکھا (۷) اور حق کو مبغوض رکھتا ہوں (۸) اور فتنہ (وآزمائش) کو محبوب رکھتا ہوں۔ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ اس کا معاملہ تو بڑا مشکل اور دشوار ہوگیا (الغرض امام صاحب کے پاس پہونچ کر مسئلہ پوچھا) تو امام صاحب نے جواب دیا کہ (۱) یہ اللہ سے امید رکھتا ہے نہ کہ جنت سے (۲) اور اللہ سے ڈرتا ہے جہنم سے نہیں (۳) اور عذاب میں اللہ تعالیٰ سے ظلم کا خوف نہیں کرتا (کیونکہ اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتے) (۴) اور مچھلی اور ٹڈی کھاتا ہے (جس میں ذبح کی شرط نہیں) (۵) اور جنازہ کی نماز پڑھتا ہے (جس میں نہ قرات ہے نہ رکوع نہ سجدہ) (۶) اور اللہ کی وحدانیت کی شہادت دیتا ہے (جبکہ اللہ کو دیکھا نہیں ہے) (۷) اور موت کو مبغوض رکھتا ہے (جس کا واقع ہونا حق اور یقینی ہے) (۸) اور مال اور اولاد کو محبوب رکھتا ہے (جو حسب تصریح قرآن کریم) فتنہ ہے۔

سوال کرنے والا (خوشی سے جھوم پڑا اور) کھڑا ہوگیا اور امام صاحب کے سر کو بوسہ دیا اور یوں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علم کے ظرف ہیں۔ (الاشباہ والنظائر: ۳/۳۶۹) (ماخوذ: النور، اکتوبر ۲۲ء)

کرامات حضرت خواجہ عثمان ہارونی: آپ علومِ ظاہری وباطنی سے آراستہ اور کشف وکرامات سے پیراستہ تھے، آپ کا اسمِ مبارک عثمان اور کنیت ابوالنور ہے، مقبولیتِ دعا کی یہ کیفیت تھی کہ جو دعاء مانگتے معاً ظہور پذیر ہوتا، ذیل میں ہم آپ کی چند کرامتوں کا ذکر کرتے ہیں:

ایک روز آپ کا گذر ہندوستان کے علاقے گجرات میں ایک مقام پر ہوا، جہاں آتش پرست رہتے تھے، وہ لوگ اپنے آتش کدہ میں ہر روز تیس (۳۰) گاڑی لکڑیاں ڈال کر آگ روشن کیا کرتے تھے، آپ ایک درخت کے سائے میں مصلیٰ بچھا کر نماز میں مشغول ہوئے، آپ کے خادمِ خاص حضرت سید محمد فخر الدین تلاش آگ میں قریب آتش کدہ پہونچے، آتش پرستوں نے ان کو آگ دینے سے انکار کردیا، یہ سن کر حضرت خود تشریف لائے اور ان کو نصیحت کرنے لگے لیکن وہ نہ مانے اور انہوں نے حضرت سے کہا کہ وہ خود آگ میں کود کر دکھائیں کہ کس طرح وہ آگ سے بچ سکتے ہیں، حضرت ان آتش پرستوں کے سردار (نیشا) کے سات برس کے بچے کو لے کر آگ میں کود پڑے اور مسلسل چار گھنٹے اسی آگ میں بیٹھے رہے، لیکن ان کا بال بھی بیکا نہ ہوا، یہ واقعہ دیکھ کر تمام آتش پرست ایمان لے آئے اور اس آتش پرست کا جس کا نام 'نیشا' تھا مسلمان ہونے کے بعد عبداللہ نام رکھا گیا اور لڑکے کا نام ابراہیم، اس واقعہ سے ان کی عظمت وبزرگی کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز سے منقول ہے کہ ایک بار وہ اور حضرت دونوں پیر ومرید سفر میں تھے، کنارے دریائے دجلہ کے پہنچے، اتفاقاً وہاں کشتی موجود نہ تھی، حضرت نے فرمایا کہ خواجہ آنکھیں بند کرلو اور جب تھوڑی دیر بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو دوسرے کنارے پر کھڑا ہوا پایا۔

اسی طرح ایک دن ایک شخص خواجہ عثمان ہارونی کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور بتلایا کہ اس کا لڑکا چالیس برس سے گم ہے، اب تک اس کی کوئی خبر نہیں، حضرت نے اس کے لئے دعا کی اور کہا جا تیرا لڑکا گھر واپس آیا ہے، اس نے جب لڑکے کو گھر میں پایا تو خوش ہوکر گلے سے لگالیا اور حضرت کی خدمت میں قدمبوسی کے لئے اپنے لڑکے کو لے کر پہنچا، اس لڑکے نے کہا کہ "یا خواجہ سمندر کے ایک جزیرے میں مجھ کو دیوؤں نے زنجیروں سے باندھ رکھا تھا، اتفاق سے آپ کے ہم شکل ایک درویش وہاں پہنچے اور مجھ کو رہائی دلائی، انہوں نے مجھ سے آنکھیں بند کرنے کو کہا، میں نے آنکھیں بند کرلیں، لیکن جب آنکھیں کھولیں تو خود کو گھر میں پایا۔

حضرت سلطان العارفین خواجہ معین الدین چشتیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرید حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا فوت ہوگیا، میں وہاں بیٹھا ہوا پڑھ رہا تھا کہ عذاب کے فرشتے اس کی قبر پر آئے اور چاہتے تھے کہ اس پر عذاب نازل کریں، اُسی وقت حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ یہ میرا مُرید ہے، اس کو عذاب نہ دو، فرشتے لوٹ گئے اور چند لمحے بعد آکر کہا یہ مُرید آپ کا نافرمان ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ میرے خلاف ضرور تھا لیکن اس نے میرے ہاتھ پر بیعت کی تھی، اب مجھ سے یہ نہ ہوسکے کہ جس نے میرا دامن پکڑا اس کو مصیبت کے وقت چھوڑ دوں، اسی وقت دریائے رحمت ومغفرت جوش پر آیا اور حکم ہوا: اے فرشتو! مجھے اپنے دوست عثمان کی خاطر یہ بھی منظور ہے، میں نے اس کے مرید کو اس کی دوستی کی خاطر بخش دیا، اس شخص کو اب چھوڑ دو، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مرید کو بخش دیا گیا۔

انسان کی تلاش: مولانا روم فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ چراغ لے کر کسی چیز کی تلاش میں نکلے، لوگوں نے پوچھا آپ کیا تلاش کررہے ہیں؟ بزرگ نے کہا کہ "جانوروں کی دنیا میں رہتے رہتے اوبھ گیا ہوں اور انسان کی تلاش میں نکلا ہوں"۔ سوال کرنے والے نے کہا "آپ جس چیز کی تلاش میں سرگرداں ہیں وہ تقریباً نایاب ہے"۔ اخبار بیں طبقہ بخوبی واقف ہے کہ فی زمانہ وطن عزیز ہی نہیں بلکہ پوری دنیا اس جنس گراں مایہ کو ترس رہی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ انسان نے حیوان کا روپ دھار لیا ہے تو بے جا نہ ہوگا، اخلاقی انارکی ہے کہ بڑھتی ہی جاتی ہے، انسانیت سر بازار رسوا ہورہی ہے، سماج پاتال میں دھنستا چلا جارہا ہے، ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزت وآبرو محفوظ نہیں، کمسن بچیوں اور طالبات کا اغوا، آبروریزی اور قتل کے واقعات اس قدر عام ہوگئے ہیں کہ اب ان کی طرف لوگوں کا دھیان بھی نہیں جاتا، لوگ ان سانحات کو دیکھتے ہیں لیکن مدد کے لئے آگے نہیں آتے، بہت ہمدردی کی تو فوٹوگرافی کرلی اور آگے بڑھ گئے جب کہ ماضی میں ایسے پاپیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جاتا تھا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جاتا تھا۔

اچھے لوگ گھروں میں بیٹھ کر سماج دشمن عناصر کی مذمت کرلیں تو اس سے نہ تو معاشرے کی اصلاح ہوگی، نہ ظلم وزیادتی میں کمی آئے گی، نہ مظلوموں کی اشک شوئی ہوگی، موجودہ دور کا المیہ یہ بھی ہے کہ سیاسی بازی گر خوشنما نعرے دے کر سادہ لوح نوجوانوں کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے آلہ کار بنالیتے ہیں امن پسند شہریوں کو نشانہ ستم بناتے ہیں، بستیوں کو اجاڑتے ہیں، آتش زنی اور لوٹ مار کرتے ہیں، معصوموں، بے گناہوں کو ہلاک کرتے ہیں، کھیتوں کھلیانوں اور دیگر معاشی ذرائع اور وسائل کو تباہ کرکے مخلوق کو نقصان پہنچاتے ہیں، حالیہ عالمی وبا کووڈ ۱۹ میں انسانیت جاگی تھی اور نوجوان جذبہ خدمت سے سرشار ہوکر میدان میں نکل پڑے تھے لیکن افسوس کہ دشمن طاقتیں پھر سرگرم ہوگئیں اور ظلم وجور، تشدد، بے انصافی اور حق تلفی کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا، اب اس کو واپس پٹری پر لانے کے لیے نئے سرے سے کوشش کرنی ہوگی۔

الٰہی کامیابی رہنما ہو کوئی امید وارانہ چلا ہے

Scanned with CamScanner

موجودہ حالات اور جان و مال کا انشورنس

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جدید ٹیکنالوجی نے ڈھیر ساری سہولتیں فراہم کی ہیں، جو سفر مہینوں میں طے ہوتا تھا، وہ اب گھنٹوں میں طے ہوتا ہے، جس پیغام کو پہنچانے میں مدت درکار ہوتی تھی، اب لمحوں میں دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے پہنچ جاتا ہے؛ لیکن یہ ترقی جہاں آسانی فراہم کرتی ہے، وہیں خطرات کو بھی جنم دیتی ہے، پیدل چلنے کے مقابلہ میں سائیکل، اور سائیکل کے مقابلہ میں موٹر سائیکل، اور موٹر سائیکل کے مقابلہ میں ہوائی جہاز کا سفر نسبتاً پُر خطر ہوتا ہے، ان خطرات کا تقاضا ہوتا ہے کہ اگر آدمی ان سے بچ نہ سکتا ہو تو کم سے کم اس کی تلافی صورت ہو، اسی پس منظر میں موجودہ دور میں انشورنس کا نظام شروع ہوا، جس کا مقصد یہ ہے کہ جس نقصان کو دو چار افراد برداشت کرنے سے قاصر ہوں، اس کو اتنے افراد پر تقسیم کردیا جائے کہ وہ قابل برداشت ہوجائے، مثلاً ایک ٹیکسی ڈرائیور کے ذریعہ کسی شخص کی موت ہوگئی اور اس کو پانچ لاکھ روپئے ہرجانہ دینا پڑے تو بظاہر اس کے لئے اس بوجھ کو اُٹھانا دشوار ہوگا؛ لیکن فرض کیجئے کہ اس شہر میں ایک لاکھ ڈرائیور کام کرتے ہوں اور ان کے درمیان طے ہوجائے کہ ان میں سے کسی سے بھی ایکسیڈنٹ ہوجائے تو اس کا جرمانہ ادا کرنے کے لئے ہر شخص کو پانچ روپیہ ادا کرنا ہوگا تو بہ آسانی ۵/لاکھ جمع ہوجائیں گے، اور یہ چنداں دشوار نہیں ہوگا، یعنی ایک فرد پانچ لاکھ کا نقصان برداشت نہیں کر سکتا؛ لیکن ایک لاکھ افراد پانچ لاکھ کے نقصان کو بسہولت برداشت کر سکتے ہیں، انشورنس میں بنیادی طور پر یہی کام کیا جاتا ہے، مثلاً ایک لاکھ ڈرائیور کمپنی کے ممبر ہوگئے، ان سب نے ایک متعینہ رقم جمع کی، پھر اس گروپ میں سے جو شخص ایسے حادثہ سے دوچار ہوتا ہے، کمپنی اس کی مدد کرتی ہے۔

غور کیا جائے تو اپنی اصل کے اعتبار سے یہ طریقۂ کار شریعت اسلامی سے ہم آہنگ ہے، اور اس کی مثال دیت یعنی خون بہا ہے، شریعت میں جتنے واجبات رکھے گئے ہیں، ان میں سب سے زیادہ مقدار دیت کی ہے، جو قاتل مقتول کے ورثہ کو ادا کرتا ہے، مگر شریعت نے تنہا قاتل پر اس کی ذمہ داری نہیں رکھی ہے؛ بلکہ اس کے تمام رشتہ داروں کو اس میں شامل کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں مزید وسعت پیدا فرمائی، اور اس کے طریقۂ کار سے استفادہ کرتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ نے ایک پیشہ سے جُڑے ہوئے تمام لوگوں کو ان کا عاقلہ قرار دیا کہ یہ سب لوگ مل کر اپنے ہم پیشہ فرد کی دیت ادا کریں گے۔ اس پہلو سے غور کیجئے تو انشورنس کا نظام شریعت کے مزاج سے ہم آہنگ ہے؛ چوں کہ موجودہ دور میں پورا معاشی نظام یہودیوں کے ہاتھوں میں ہے، حالاں کہ تورات میں بھی سود کو منع کیا گیا ہے؛ لیکن یہود و نصاریٰ نے عملاً اس کو اپنے لئے حلال کرلیا ہے؛ اس لئے انھوں نے بینک اور انشورنس کے نظام کو سود سے آلودہ کر رکھا ہے، اور انشورنس میں تو سود کے علاوہ قمار بھی شامل ہے؛ اس لئے اگرچہ علماء عرب میں سے مشہور حنفی فقیہ شیخ مصطفیٰ زرقاء، معروف محقق شیخ علی خفیف، اور ہندوستان کے اہل علم میں ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے انشورنس کو تعاون کی ایک صورت قرار دیا ہے، اور اس لئے اس کے جواز کا حکم لگایا ہے؛ مگر عالم اسلام اور برصغیر کے جمہور علماء نے سود اور قمار کی شکل پائی جانے کی وجہ سے اس کو ناجائز ہی قرار دیا ہے، اور یہی راجح ہے۔ لیکن ہندوستان میں اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں کی جان و مال پر منصوبہ بند حملے کئے جارہے ہیں، پولس جس کا کام امن و امان کی حفاظت ہے، خود فرقہ پرستی میں مبتلا ہے، بعض جگہ خود پولس بلوائیوں کے ساتھ شریک ہوجاتی ہے، جب مسلمان اپنا معاملہ لے کر جاتے ہیں تو ایف آئی آر درج کرنے پر بھی تیار نہیں ہوتی، اور اگر کیس لیتی ہے تو اتنی کمزور دفعات کے تحت جو عدالت میں چل نہیں سکتیں، اور اگر چل جائے تو معمولی سزا پاکر مجرم رہا ہوجائے، بعض دفعہ تو مظلوم کو ہی ظالم کے کٹہرے میں کھڑا کردیا جاتا ہے، آر ایس ایس نے اتنے بڑے پیمانہ پر ملک کی انتظامیہ میں اپنے لوگوں کو شامل کردیا ہے کہ قانون کی حفاظت کرنے والے خود قانون شکنی پر تلے ہوئے ہیں، اور اب تو حکومتیں بھی کھلے عام مفسدین کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔ یوں تو مسلمان 1947ء سے ہی اس صورت حال سے دوچار ہیں، اور راور کیلا، جمشید پور، بھاگلپور سے لے کر مرادآباد تک کتنے ہی مقتل سجائے جاچکے ہیں؛ لیکن گجرات میں نریندر مودی کے اقتدار کے بعد اس خوں آشامی کا ایک نیا دور شروع ہوا، 2002ء میں گجرات کا جو فساد ہوا، وہ کوئی وقتی فساد نہیں تھا؛ بلکہ مسلمانوں کی منصوبہ بند نسل کشی تھی، پھر جب 2014ء اور پھر 2019 میں مودی کو وزارت عظمیٰ کا تاج پہنایا گیا تو نفرت کی یہ لہر پورے ملک میں دوڑائی گئی، جب اپنے پانچ سالہ اقتدار میں وہ اپنا کوئی وعدہ پورا نہیں کر سکے تو خاص طور پر پوری قوت کے ساتھ نفرت کے ایجنڈے کو بڑھایا گیا، اور گھر گھر اسے پہنچایا گیا، اس کی وجہ سے ہجومی تشدد کی جو صورت حال پیش آرہی ہے، اور لوگوں سے ''جے شری رام، وندے ماترم اور بھارت ماتا کی جے'' جیسے نعروں کا مطالبہ کیا جاتا ہے، اور اس کے پورا نہ کرنے پر لوگوں سے زندہ رہنے کا حق چھینا جارہا ہے؛ اس لئے مسلمان دین و ایمان کے ساتھ ساتھ جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے سلسلہ میں دشوار سے دشوار تر حالات سے دوچار ہیں۔ ان حالات میں سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان لائف انشورنس یا دکان اور کاروبار کا انشورنس کر سکتے ہیں؟ اس سلسلہ میں اس بات کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ عوام کی جان و مال کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری ہے، اگر حکومت اس ذمہ داری کو ادا نہیں کرتی تو وہ قصوروار ہے، اور خاص کر جب حکومت کے نمائندے خود کوتاہی میں مبتلا ہوں تو یہ ظلم بالائے ظلم ہے، دوسری طرف انشورنس بھی ایک سرکاری کمپنی ہے اور اصول ہے کہ اگر کسی شخص کا حق باقی ہو اور وہ حق ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے یا انکار کرے اور اس کی کوئی چیز صاحب حق کے قبضہ میں آجائے تو وہ اس سے اپنا حق وصول کر سکتا ہے، اس کو فقہ کی اصطلاح میں ''ظفر بالحق'' کہتے ہیں، --- پس ایسی صورت میں کہ حکومت جان و مال کا ہرجانہ ادا نہیں کرتی، کیا انشورنس سے ملنے والی رقم کو اپنے حق کی وصولی تصور کیا جاسکتا ہے؟ دوسرے: بعض دفعہ گھر کے ایسے مرد کو قتل کردیا جاتا ہے، جس پر گھر کی تمام ذمہ داریاں ہوتی ہیں، یا دکان اور کاروبار کو نذر آتش کردیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ سڑک پر آجاتا ہے، ایسے لوگوں کے لئے اس طرح کی اسکیمیں جو کسی درجہ میں نقصان کی تلافی کر سکیں، حاجت کا درجہ اختیار کرلیتی ہیں، اور ضرورت و حاجت کی وجہ سے حکم میں تخفیف ہوتی ہے، تیسرے: انشورنس کی رقم براہ راست نہ سہی، بالواسطہ حکومت ہی ادا کرتی ہے، اگر مظلوموں کو یہ رقم ادا کرنی پڑے تو شاید اس کی وجہ سے حکومت کو تنبہ ہو اور وہ ایسے واقعات کو روکنے کے لئے چوکسی کا ثبوت دے، یہ مختلف پہلو ہیں، جن کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔

ان حالات میں ہندوستان کے بہت سے علماء اور ارباب افتاء نے گنجائش کا پہلو نکالا ہے؛ چنانچہ 1960ء کے بعد جب ملک بھر میں فسادات کی لہر چل رہی تھی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی دعوت پر ندوہ کے زیر انتظام مجلس تحقیقات شرعیہ نے 15/16/دسمبر 1965ء کو غور و فکر کے لئے ہندوستان کے چند اہم علماء کو مدعو کیا، جس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے علاوہ حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ، حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحیؒ سابق مفتی دارالعلوم دیوبند وغیرہ شامل تھے، ان حضرات نے جو فیصلہ کیا وہ حسب ذیل ہے:

''مجلس یہ رائے رکھتی ہے کہ اگرچہ انشورنس کی سب شکلوں کے لئے ''ربا و قمار'' لازم ہے، اور ایک کلمہ گو کے لئے ہر حال میں اصول پر قائم رہنے کی کوشش کرنا بھی واجب ہے؛ لیکن جان و مال کے تحفظ و بقا کا جو مقام شریعت اسلامیہ میں ہے، مجلس اسے بھی وزن دیتی ہے، نیز مجلس اس صورت حال سے بھی صَرف نظر نہیں کر سکتی کہ موجودہ دور میں نہ صرف ملکی؛ بلکہ بین الاقوامی سطح پر انشورنس انسانی زندگی میں اس طرح دخیل ہوگیا ہے کہ اس کے بغیر اجتماعی اور کاروباری زندگی میں طرح طرح کی دشواریاں پیش آتی ہیں، اور جان و مال کے تحفظ کے لئے بھی بعض حالات میں اس سے مفر نہیں ہوتا؛ اس لئے ضرورت شدیدہ کے پیش نظر اگر کوئی شخص اپنی زندگی یا اپنے مال یا اپنی جائداد کا بیمہ کرائے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے'' پھر ان ہی حالات کو دیکھتے ہوئے 1990ء میں ادارۃ المباحث الفقہیہ نے نہ صرف اس کے جواز کا فتویٰ صادر کیا؛ بلکہ مطبوعہ پمفلٹ کی شکل میں پورے ملک میں پہنچایا، اس پر دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام اور متعدد اساتذہ کے بھی دستخط تھے، پھر 30/اکتوبر 1992ء کو اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے پانچویں سیمینار منعقدہ اعظم گڑھ میں اسی نقطۂ نظر کو دہرایا، اس فیصلہ پر دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، امارت شرعیہ بہار اور جنوبی ہند کے ممتاز علماء نے دستخط کئے اور اپنا اتفاق کا اظہار کیا، جس کے الفاظ اس طرح ہیں: ''مروجہ انشورنس اگرچہ شریعت میں ناجائز ہے؛ کیوں کہ وہ ربا، قمار غرر جیسے شرعی طور پر ممنوع معاملات پر مشتمل ہے؛ لیکن ہندوستان کے موجودہ حالات میں جب کہ مسلمانوں کی جان و مال، صنعت و تجارت وغیرہ کو فسادات کی وجہ سے ہر آن شدید خطرہ لاحق رہتا ہے، اس کے پیش نظر ''الضرورات تبیح المحظورات'' رفع ضرر، دفع حرج اور تحفظ جان و مال کی شرعاً اہمیت کی بناء پر ہندوستان کے موجودہ حالات میں جان و مال کا بیمہ کرانے کی شرعاً اجازت ہے''۔ جہاں تک انفرادی فتاویٰ کی بات ہے تو جنوبی ہند کے بعض بڑے دارالافتاء چوں کہ ہندوستان کو دارالحرب مانتے ہیں اور وہ فقہ حنفی کے مشہور نقطۂ نظر کے مطابق ہندوستان میں سود کے تحقق ہی کو تسلیم نہیں کرتے اور دھوکہ اور جبر کے بغیر تمام عقود فاسدہ کو درست قرار دیتے ہیں؛ اس لئے ان کے نزدیک یوں بھی انشورنس کرانا اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی سے فائدہ اُٹھانا جائز ہے؛ لیکن جو حضرات ہندوستان میں سود اور قمار کو ناجائز کہتے ہیں، انھوں نے اپنے انفرادی فتاویٰ میں بھی ملک کے حالات کے پس منظر میں اس کو جائز قرار دیا ہے؛ چنانچہ ماضی قریب کے صاحب نظر مفتی حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ فرماتے ہیں: ''... مگر سوال میں جن خطرات کی نشاندہی کی گئی ہے، وہ بھی واقعہ ہیں اور بیمہ کرا لینے کی صورت میں فسادیوں کی نظرِ بد سے دوکان وغیرہ کی بہ ظن غالب حفاظت ہوجاتی ہے؛ اس لئے قانونِ فقہ ''الضرر یزال'' کے پیش نظر خطرے کی چیزوں کا بیمہ کرا لینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اس شرط کے ساتھ کہ بیمہ کمپنی میں جو رقم جمع کرائی ہے، اس سے زیادہ جو رقم ملے، وہ غرباء اور محتاجوں میں بلا نیت ثواب تقسیم کردی جائے، اپنے کام میں ہرگز نہ لی جائے، ہاں، اگر خدانخواستہ خود ہی محتاج ہوجائے تو علماء کرام سے فتویٰ حاصل کر کے بقدر ضرورت اپنے استعمال میں لینے کی گنجائش ہے'' (فتاویٰ رحیمیہ: 6/132) استاذ گرامی سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں: ''بیمہ میں سود بھی ہے اور جوا بھی، یہ دونوں چیزیں شرعاً ممنوع ہیں، بیمہ بھی ممنوع ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص ایسے مقام پر اور ایسے ماحول میں ہو کہ بیمہ کرائے بغیر جان و مال کی حفاظت ہی نہ ہو سکتی ہو یا قانونی مجبوری ہو تو بیمہ کرانا درست ہے'' (فتاویٰ محمودیہ)

لہٰذا اس وقت ملک کی جو صورت حال ہے، اس میں شریعت کے احکام و مصالح اور مسلمانوں کے ساتھ کئے جانے والے مظالم کے پس منظر میں جو بات سمجھ میں آتی ہے، وہ یہ ہے کہ: (۱) زندگی اور املاک کا انشورنس اصلاً جائز نہیں ہے؛ اس لئے عمومی طور پر مسلمانوں کو اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ (۲) جن علاقوں میں مسلمانوں کے جان و مال کو خطرہ درپیش ہو اور وہاں بار بار فسادات کی نوبت آتی ہو، وہاں بھی ایسے اہل ثروت کے لئے انشورنس جائز نہیں ہے، جو اس نوع کے مالی نقصانات کو برداشت کر سکتے ہوں، اور جن کو یہ اندیشہ نہ ہو کہ جانی و مالی نقصان کی وجہ سے وقتی طور پر سہی، بحالت موجودہ ان کے لوگ بے سہارا ہوجائیں گے۔ (۳) جو لوگ ایسی محفوظ آبادیوں میں رہتے ہوں یا ایسے علاقوں میں ان کی دوکانیں ہوں کہ وہ جانی و مالی خطرات سے دوچار نہ ہوں تو ان کے لئے بھی انشورنس سے اجتناب ضروری ہے۔ (۴) جو مسلمان غریب ہوں، ایسی آبادیوں میں رہتے ہوں، یا ایسی آبادیوں سے بار بار گزرنے کی نوبت آتی ہو، جس میں جان و مال کو خطرہ ہو، یا ایسے ہی غیر محفوظ علاقہ میں ان کی تجارت اور کاروبار ہو تو ان کے لئے جان و مال کے انشورنس کی گنجائش ہے۔ (۵) جان و مال کا انشورنس کرانے کی صورت بیمہ کرانے والے کے لئے اس کی اصل رقم ہی جائز ہوگی، ملنے والی زائد رقم جائز نہیں ہوگی، اور ضروری ہوگا کہ بغیر نیت ثواب غرباء پر صدقہ کردے یا یہ رقم رفاہی کاموں میں خرچ کردی جائے؛ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب موت طبعی طور پر ہوئی ہو، یا کاروبار کسی آفت سماوی کا شکار ہوا ہو، اگر فسادات میں ہلاکت واقع ہوئی، یا کاروبار متاثر ہوا تو اب پوری رقم جائز ہوگی؛ اس لئے کہ انشورنس کمپنی نیم سرکاری کمپنی ہے، اور مسلمانوں کا تحفظ بھی سرکاری ذمہ داری ہے، حکومت کی طرف سے مسلمانوں کی حفاظت میں غفلت؛ بلکہ ان کو نقصان پہنچانے کی سعی میں شرکت شب و روز کا مشاہدہ ہے؛ اس لئے یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے تغافل کا ہرجانہ ادا کرے۔

ان امور کی رعایت کے ساتھ موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لئے انشورنس کی گنجائش نکلتی ہے، اور اگر کوئی دوسرے غریب شخص کا انشورنس کرادے تو اس میں فقہی نقطۂ نظر سے قباحت مزید کم ہوجاتی ہے۔ واللہ اعلم

Scanned with CamScanner

معاشرتی اصلاح کے چند نمایاں پہلو!

مولانا محمد فرمان ندوی

قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے، وہ بے شمار علوم وفنون کا مجموعہ ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بقول: قرآنی علوم پانچ حصوں میں منقسم ہیں: علم احکام، علم جدل، علم تذکیر بالاء اللہ، علم تذکیر بالموت، علم تذکیر بأیام اللہ۔ یہ علوم معاشرہ کے تمام پہلوؤں پر محیط ہیں، ہدایت واصلاح قرآن کا اصل موضوع ہے، اس لئے اس میں معاشرہ کے تمام امراض کا حل موجود ہے۔

قرآن نے جامع تعلیمات کا ایک پورا مرقع پیش کیا ہے، اس میں معاشرہ کے تمام امراض کا مناسب علاج موجود ہے، اولوالعزم انبیاء کے واقعات کا تذکرہ بطور خاص کر کے ان کی عملی شکل پیش کی ہے، معاشرہ میں سب سے بڑی برائی عقیدہ کی خرابی اور اس کا بگاڑ ہے، قرآن نے انبیائے کرام کو جو تعلیمات دیں ان میں اصلاح عقائد کو خاص اہمیت دی ہے، سابقہ قوموں میں عقیدہ کے بگاڑ کے ساتھ متنوع امراض پائے جاتے تھے، مثلاً قوم عاد میں شرک کے ساتھ تکبر اور ظلم۔ قوم ثمود میں شرک کے ساتھ کاریگری پر فخر قوم لوط میں شرک کے ساتھ لواطت، قوم مدین میں شرک کے ساتھ ناپ تول میں کمی، فرعون خدائی دعوی کے ساتھ دوسروں کو حقیر سمجھنا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قوم کے نبی کو توحید کا مبلغ اور داعی بنا کر بھیجا گیا، یہ حقیقت کہ شرک سب سے بڑی ذلت اور توحید سب سے بڑی عزت ہے، سورہ حج میں آیا ہے کہ (جو شرک کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ وہ آسمان سے زمین پر آ گیا ہو، چاہے اس کو پرندے اچک لیں یا وہ ہوا کے دوش پر دور دراز علاقوں میں جا پڑے) معاشرتی مسائل پر مبنی سورتیں: معاشرے کی اصلاح کے لئے پورے قرآن میں جہاں جامع تعلیمات پیش کی گئی ہیں، وہیں بعض سورتوں میں خاص طور سے ان کی نشاندہی کی گئی ہے، مکی سورتوں میں عام طور پر اصلاح عقائد اور اخلاقی تعلیمات کو پیش کیا گیا ہے،، مدنی سورتوں میں معاملات اور معاشرت کے اصول وضوابط ذکر کئے گئے ہیں، قرآن کی جن سورتوں میں معاشرت کے مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے ان میں سورہ نساء، سورہ احزاب، سورہ حجرات، سورہ طلاق اور سورہ نور ہے۔ یہی وجہ کہ بعض علماء کے نزدیک ان سورتوں کو ہر گھر میں بار بار پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے، یہ سورتیں اپنے مضامین کے ساتھ آج بھی ہر کلمہ گو کیلئے اصلاح معاشرہ کے نمایاں اصول فراہم کرتی ہیں۔

اصلاحی مشن کے تدریجی مراحل: ہر انسان چاہے وہ مرد ہو یا عورت، اس کو اللہ تعالی کے ماموارت کو ماننے اور منہیات سے دور رہنے کا حکم دیا گیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوہ (رسول جو تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے باز رکھیں اس سے دور رہو)۔ یہ دونوں امر پر عمل کرنا اور باز رہنا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک انسان کے اندر دو جذبات مکمل شکل میں موجود نہ ہوں: (۱) شوق (۲) خوف، اسلام کی تمام عبادات میں یہی امور مضمر ہیں، یا تو انسان جنت، اس کی نعمتوں کے شوق میں کرتا ہے یا جہنم اس کے عذاب کے ڈر سے گناہوں، جرائم سے باز رہتا ہے، اور یہ دونوں امور اللہ تعالی کی ذات کے ہمہ وقت استحضار سے حاصل ہوتے ہیں، اس کو حدیث پاک میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے کہ انسان اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے، اور اگر یہ کیفیت نہ پیدا ہو تو یہ ہے کہ اللہ تعالی کی اس پر نظر ہے، یہ احسانی کیفیت انسان کو ہر قسم کے جرائم سے باز رکھتی ہے۔ جرائم پر کنڑول پانے کے لئے قرآن نے اصلاح ودعوت کا یہ اصول مرتب کیا ہے کہ پہلے مرحلہ میں ذہن سازی کی جائے، فضائل اور آداب کے ذریعہ سے طبیعتوں کو تیار کیا جائے، نقصانات اور خسارے کی وضاحت کر کے اس کے منفی اثرات سے بچا جائے، اس کو قرآن نے تزکیہ سے تعبیر کیا ہے، تزکیہ کا عمل انبیاء کے مشن کا حصہ اور ان کے دعوتی پروگرام کا جزء لا ینفک ہے۔ دوسرے مرحلے میں ایسے اسباب ووسائل پر پابندی عائد کی ہے جو گناہوں کو فروغ دینے والے ہیں، اور ان کو دیکھ کر جرائم کا گراف بڑھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے جب شراب کو حرام کیا تو اس کے ساتھ ان برتنوں کے استعمال پر بھی پابندی عائد کی جن کو دیکھ کو شراب کی یاد تازہ ہوگی، چنانچہ ایسے وسائل حرام کئے گئے، جو شر تک پہونچانے والے ہیں، اس کو فقہاء نے سدالذرائع ممانعت سے تعبیر کیا ہے۔ تیسرے مرحلے میں حدود وقصاص کے ذریعہ جرائم کی روک تھام کی ہے، اس طرح کچھ طبیعتیں فضائل کے اثرات سے گناہوں سے باز رہتی ہے، اور کچھ اسباب ووسائل کے استعمال نہ کرنے سے گناہوں سے دور رہتی ہیں اور کچھ سختیوں اور سزاؤں کے ڈر سے اپنے کو حرام کردہ چیزوں سے دور رکھتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ نے معاشرہ کو برائیوں سے پاک کرنے کے لئے کئی اقدامات کئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور آپ نے جرم وگناہ کے اس جنگل کو صدق وصفا اور محبت ووفا کی بستی بنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے تین طریقہ استعمال کئے، اول دلوں کا تزکیہ اور لوگوں کی فکر اور سوچ میں انقلاب، دوسرے ان اسباب ومحرکات کا سد باب جو جرم میں معاون ہوتے ہیں، تیسرے سنگین جرائم پر سخت سزائیں، یہی طریق کار تھا، جس نے جرائم کے خوگر عرب سماج کی حالت بدلی اور انسانیت کے قاتلوں کو انسانیت کا محافظ اور نگہبان بنا کر کھڑا کر دیا۔

واقعہ افک اور اس کی معنویت اس سورت کا ایک نمایاں حصہ واقعہ افک حضرت عائشہ کی برائت ہے، قرآن کریم نے کئی آیتوں میں اس واقعہ تفصیل سے بیان کیا، بظاہر ایک واقعہ تھا لیکن حقیقت میں ایک سازش تھی ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف، بلکہ خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ دو پیمانہ پر لڑی جاتی ہیں، ایک میدانی سطح پر اور دوسرے نفسیاتی، نفسیاتی جنگ زیادہ اذیت ناک اور تکلیف دہ ہوتی ہے، قرآن نے اس واقعہ سے معاشرہ میں پہنچنے والے مرض کو صحیح کردار کے ساتھ حل کرنے کا ایک اسوہ دیا ہے، اس کی روشنی میں صالح معاشرہ کی تشکیل کی جاسکتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح سے اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد معاملہ فرمایا اس کا مطالعہ سماجی برائیوں کو ہوا نہ دینے میں مفید ہوگا، خاص طور سے جب فتنہ وفساد کا غلبہ ہو تو کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ شیطان کے نقشہائے قدم کی پیروی کرنا دنیا کی سب سے خطرناک چال شیطان کی چال ہے، شیطان انسان کے دل میں ہر وقت کچھ کے لگا تا رہتا ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان ایک طرف حملہ کرتا ہے تو دوسری طرف فرشتہ، شیطان کا حملہ خیر کو چھوڑنے اور شر کو اختیار کرنے سے متعلق ہوتا ہے، اور فرشتے کا حملہ شر سے دور رہنے اور خیر کو اختیار کرنے سے متعلق ہے۔

اس لئے اگر قرآن کے اصول زندگی کو اختیار کیا جائے تو معاشرتی اصلاح ہوسکتی ہے مثلاً گھروں داخل ہونے کے لئے اجازت لینا، معاشرتی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے قرآن نے یہ اصول دیا کہ کسی کے گھر میں انسان جانے کا ارادہ کرے تو اجازت طلب کر لیا کرے، اور اگر اپنے گھر میں بھی داخل ہو تو سلام کر لیا کرے، یہی مناسب طریقہ ہے جس سے معاشرتی نظام درست ہوگا، اور لوگوں کو بھی سکون حاصل ہوگا۔ نگاہ جھکانا انسانی معاشرہ کو حرام چیزوں سے بچانے کے لئے ایک مناسب نسخہ غض بصر ہے، انسان اگر منکر کی طرف نظر نہیں کرے گا تو گناہ میں مبتلا نہیں ہوگا، اس حکم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، قرآن نے دونوں صنفوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اجنبی مرد اور اجنبی عورت کے سامنے اپنی نگاہوں کو جھکائے رکھیں، نہ مرد عورت کو دیکھے، نہ عورت مرد کو دیکھے، یہ آداب و اطوار انسانی زندگی کے صلاح وبہتری میں مؤثر ثابت ہوتے ہیں، اگر ان کی پابندی کر لی جائے تو ایسا معاشرہ وجود میں آئے گا جو میر کے احتساب کے ساتھ کائنات کے احتساب کا درس دے گا، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے ان اصولوں کو برتا تو ان کی زندگی خیر وفلاح کا سر چشمہ ہوگئی۔

معاشرتی اصلاح کے بنیادی شرائط: ''قوموں کی ترقی کا اصول ہمیشہ ایک رہا ہے، چند حقیقتوں پر مستحکم یقین اور اس کے یقین کے مطابق عمل، اور کامیابی کے لئے مسلسل جد وجہد، سعی ومحنت اور اس راہ میں جو تکلیف پیش آئے اس کو ہنسی خوشی جھیل لینا، زمانہ کی اصطلاحیں بدلتی رہتی ہیں لیکن اصطلاحوں کے بدلنے سے حقیقتیں نہیں بدلتیں، اسلام کی اصطلاح میں اس مستحکم یقین کا نام ایمان، اور اس کے مطابق عمل کا نام عمل صالح، اور مسلسل جد وجہد اور سعی ومحنت کا نام جہاد اور اس کے لئے پامردی کا نام صبر وثبات ہے، دنیا میں جب بھی کسی قوم کو کامیابی ملی ہے تو اسی اصول کے مطابق ہوئی ہے، اور جب ہوگی تو اسی اصول کے مطابق ہوگی۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی رقم طراز ہیں: ''اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس لئے قرآن نے جا بجا معاشرتی برائیوں کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے، اور ساتھ ہی اس کا علاج بھی تجویز کیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: اللہ انصاف اور احسان سے کام کرنے اور رشتے داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے، وہ بے حیائی، ناپسندیدہ بات اور سرکشی سے روکتا ہے، تمہیں وہ نصیحت کرتا ہے۔ (سورہ نحل: ۹۰)، شاید کہ تم نصیب پا جاؤ۔ اس آیت کریمہ میں معاشرتی برائیوں کو تین بڑے بڑے عناوین میں تقسیم کیا گیا ہے: ا۔ فحشاء (بے حیائی کے کام) ۲۔ منکرات جس سے پوری جماعت کی زندگی متاثر ہو، ۳۔ یعنی سرکشی، جس سے چوری قتل، ڈاکہ اور ملک وقوم سے غداری کے کام، یہ وہ اخلاقی برائیاں ہیں، جن کو ہر مذہب اور ہر انسانی معاشرت نے یکساں طور پر برا کہا ہے، وہ درحقیقت برائی اور بے حیائی کے کام ہیں، اور دین وشرافت کی نگاہ میں وہ سب برائیاں گناہ اور ناپسندیدہ باتیں ہیں، اگر ان کو جائز قرار دے دیا جائے تو افراد کے باہمی حقوق سے امان اٹھ جائے، اور کسی کی جان، مال، اور عزت وآبرو سلامت نہ رہے، قرآن مجید میں اس ضمن میں اخلاق کا معتدل نظام پیش کیا، وہ اخلاق جو خدا کو پسند ہیں فضائل کہلاتے ہیں، اور جن کو خدا ناپسند کہتا ہے، ان کو رذائل کہتے ہیں، قرآن مجید میں جن فضائل اخلاق کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں: تقوی، شرم وحیا، عدل وانصاف، درگذر۔ اس کے علاوہ معاشرتی خرابیاں جس چیزوں سے دور ہوسکتی ہیں، قرآن مجید نے ان کی تفصیل بتائی ہے وہ یہ ہیں: تقوی، اخلاص، توکل، صبر وشکر تقوی نام ہے دل کی پاکیزگی اور عمل صلاح کا، اخلاص نام ہے، دیانت داری کا، توکل خدا پر بھروسہ کرنے کو کہتے ہیں، اور صبر تمام شیطانی طاقتوں پر قابو پانے کو کہتے ہیں، تقوی سے عظمت نفس پیدا ہوتی ہے۔ اور انسان کا ضمیر بیدار ہوتا ہے، اسی لئے اسلام نے برتری کا معیار تقوی کو قرار دیا گیا ہے، اخلاص خدا کی خوشنودی اور بجا آوری کو کہتے ہیں، ظاہر ہے اگر انسان میں پرہیزگاری اور زندگی سے خلوص پیدا ہو جائے تو سماج معاشرتی برائیوں سے پاک ہوسکتا ہے، کیونکہ جس میں اللہ کا خوف ہوگا وہ نہ بددیانتی کرے گا، اور نہ کسی کی حق تلفی کرے گا، نہ اس کا قول وعمل میں تضاد ہوگا، اور نہ وہ اپنے فرائض منصبی سے پہلوتہی کرے گا، اسی طرح توکل اور صبر کامیابی کی اصل بنیاد ہیں، مشکلات اور مصیبتوں کو برداشت کرنا، مصائب کا پامردی سے مقابلہ اور ضبط نفس سے کام لینا کسی قوم اور ملک کی ترقی کا زینہ ہیں۔ ان دونوں اقتباسات سے معاشرتی بیماریوں کو دور کرنے کا صحیح لائحہ عمل سامنے آتا ہے، اور یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اگر معاشرے میں عدل، احسان (عمدہ کام کرنے کا جذبہ) اور حق داروں کو دینے کا مزاج پیدا ہو جائے اور زیادتی، ہر قسم کی برائی اور بے حیائی سے دور رہنے کا بہترین نسخہ سامنے آئے گا۔ ان آیات اور روایتوں سے حاصل ہونے والے چند نتائج: (۱) اسلامی سزائیں جرائم کے روک تھام میں ہر لحاظ سے مؤثر ہیں۔ (۲) معاشرہ کے افراد ایک دوسرے سے حسن ظن رکھیں، تو معاشرتی مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ (۳) نگاہ جھکانے سے انسان بہت سے مفاسد سے محفوظ ہوتا ہے (۴) شیطان کی پیروی گمراہی کی طرف لے جانے والی ہے۔ (۵) شادی وقت پر کر دینے سے معاشرے میں سماجی مسائل کا ازالہ ہوگا۔ (٦) ایمان اور عمل صالح زمین میں خلافت عطا کرنے والے ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

Scanned with CamScanner

محمد اسعد اللہ قاسمی

اخبار جہاں

بولیویا میں بغاوت کی کوشش ناکام، اعلیٰ ترین جنرل گرفتار

جنوبی امریکی ملک بولیویا میں حکام نے بدھ کے روز حکومت کے خلاف بغاوت کی کوشش کو ناکام بنادیا، شام چار بجے کے قریب بکتر بند گاڑیاں صدارتی محل کے دروازے تک پہنچ گئی تھیں اور فوجیوں کو عمارت میں داخل ہوتے دیکھا گیا، البتہ صدر لوئس آرس اور دیگر حکام کی جانب سے مذمت کے بعد وہ پیچھے ہٹ گئے، فوج کے واپس چلے جانے کے بعد حکام نے فوج کے کمانڈر جنرل جوان جوس زونیگا کو گرفتار کرلیا، فوج کے وسطی لاپاز چوک میں پلازہ موریلو واپس لوٹ جانے کے بعد صدر آرس نے سوشل میڈیا پر ایک بیان میں کہا، "ہم بولیویائی فوج کی کچھ یونٹوں کی بے قاعدہ نقل وحرکت کی مذمت کرتے ہیں، جمہوریت کا احترام کیا جانا چاہئے" انہوں نے بغاوت کے دوران ہی صدارتی محل میں موجود فوجیوں میں سے ایک کو نیا فوجی کمانڈر مقرر کردیا، جس نے فوجیوں کو اپنے بیرکوں میں واپس لوٹ جانے کا حکم دیا، فوج کی واپسی کے ساتھ ہی آرس کے ہزاروں حامی قومی پرچم لیے ہوئے لاپاز چوک پر جمع ہونے لگے، آرس نے صدارتی محل سے انہیں خطاب کرتے ہوئے کہا، "جو جمہوریت ہم نے جیتی ہے، اسے کوئی چھین نہیں سکتا۔" (ڈی ڈبلیو)

فرانس: شامی صدر بشارالاسد کے وارنٹ گرفتاری کی توثیق

فرانس میں وکلاء کا کہنا ہے کہ ایک اپیل عدالت نے اپنے اہم فیصلے میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور جنگی جرائم میں ملوث ہونے کے الزام میں شام کے صدر بشارالاسد کے خلاف جو گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا تھا، ملک کی اعلیٰ عدالت نے درست قرار دیا ہے، گزشتہ برس نچلی عدالت کے بعض ججوں نے سن 2013 میں شام میں مہلک کیمیائی ہتھیاروں کے حملے کے سلسلے میں بشارالاسد اور ان کے تین دیگر ساتھیوں کی گرفتاری کا مطالبہ کیا تھا؛ تاہم انسداد دہشت گردی کے پراسیکیوٹرز نے اس وارنٹ کی درستگی کو چیلنج کرتے ہوئے کہا تھا کہ اسد کو ایک غیر ملکی سربراہ مملکت کی حیثیت سے استثنیٰ حاصل ہے، واضح رہے کہ شام کے صدر بشارالاسد کیمیائی حملے میں کسی بھی طرح ملوث ہونے سے انکار کرتے رہے ہیں۔ (ایجنسی)

جرمن حکومت دہشت گردی کے حامیوں کے ملک بدری قانون پر متفق

جرمنی کی وزارت داخلہ نے کہا کہ جرمن حکومت کے وزراء ایسے افراد کی ملک بدری کے عمل کو آسان بنانے کے لیے قانون سازی کے ایک مسودے پر متفق ہو گئے، جو دہشت گردی کی حمایت کا اظہار کرتے ہوں، یہ اقدام سوشل میڈیا پر ایسے نفرت انگیز پوسٹس کے ردعمل میں سامنے آیا ہے جن میں اسرائیل پر حماس کے حملے اور دیگر دہشت گردی کے واقعات پر خوشی کا اظہار کیا گیا تھا، مسودہ قانون کسی ایسے شخص کی ملک بدری کی اجازت دے گا، اگر یہ سمجھا جاتا ہے کہ مذکورہ شخص نے دہشت گردی کے کسی جرم کی حمایت کی تھی، اب کسی فرد کو ملک بدر کرنے کے لیے مجرمانہ سزا کی ضرورت نہیں ہوگی، مسودہ قانون کے مطابق اب صرف ایسے شخص کو ہی دہشت گردی کی حمایت یا تائید کا مجرم قرار نہیں دیا جائے گا جس نے سوشل میڈیا پر نفرت انگیز مواد پوسٹ کیا ہو؛ بلکہ یوٹیوب، انسٹاگرام یا ٹک ٹاک جیسے پلیٹ فارم پر "لائیک" یا دیگر مثبت ردعمل کے ساتھ نفرت انگیز پوسٹ کو نشان زد کرنے والے بھی مجرم قرار پائیں گے۔ (ڈی ڈبلیو)

روس نے مغربی میڈیا کے بیشتر اداروں تک رسائی کو روک دیا

ماسکو نے منگل کے روز یورپی یونین کے 25 ممالک کی تقریباً 81 میڈیا سائٹس تک رسائی پر پابندی لگادی، روس نے ان اداروں پر یوکرین سے متعلق اپنے "خصوصی فوجی آپریشن" کے بارے میں "منظم طریقے سے غلط معلومات پھیلانے" کا الزام لگایا، روس میں یوکرین کے تنازعے کو جنگ یا حملہ کہنا ایک مجرمانہ فعل ہے اور وہ اسے خصوصی آپریشن کا نام دیتا ہے، ماسکو نے ملک کے اندر کام کرنے والے ایسے بیشتر میڈیا اداروں پر بھی پابندی عائد کررکھی ہے، جو صدر ولادیمیر پوتن پر تنقید کرتے ہیں، روسی وزارت خارجہ نے منگل کے روز کہا کہ یہ اقدام مئی میں یورپی یونین کے اس فیصلے کے ردعمل میں کیا گیا ہے، جس کے تحت "کریملن سے منسلک چار پروپیگنڈا نیٹ ورکس" کو بلاک کردیا گیا تھا، اس وقت روس نے یورپی یونین کے فیصلے پر تنقید کرتے ہوئے اسے "سیاسی طور پر محرک" قرار دیا تھا۔ تاہم یورپی یونین کا کہنا تھا کہ چونکہ یہ میڈیا ادارے یوکرین کے خلاف روسی جنگ کی حمایت میں اہم رول ادا کرتے رہے ہیں، اس لیے یہ فیصلہ کیا گیا۔

ایک ماہ میں سعودیوں کے لیے 25 ہزار سے زائد ملازمت کے مواقع

سعودی عرب کے ٹیکنیکل ٹریننگ سینٹر سے فارغ ہونے والے طلبہ کے لیے گزشتہ ایک ماہ میں 25 ہزار سے زائد ملازمت کے مواقع فراہم کیے گئے، عکاظ کے مطابق فنی تربیتی مرکز او نجی شعبے کے تعاون سے مملکت کے مختلف شہروں میں قائم ٹیکنیکل اداروں میں ملازمت کے مواقع فراہم کیے جارہے ہیں، ٹیکنیکل سینٹر نے ملازمتوں کی فراہمی کے حوالے سے گزشتہ ماہ 54 مفاہمتی یادداشتوں پر دستخط کیے تھے جبکہ مقامی لیبر مارکیٹ میں افرادی قوت کی فراہمی کے لیے 136 تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کیا گیا، مختلف اداروں میں افرادی قوت کے شعبوں کے ذمہ داروں کے ساتھ 214 مذاکرات کیے گئے، فنی تربیتی مرکز کا کہنا تھا، مارکیٹ میں سعودی ہنرمندوں کو روزگار کی فراہمی کے لیے متعدد منصوبوں پر تیزی سے کام جاری ہے، اس حوالے سے 'ہر ایک کے لیے روزگار' سلوگن کے تحت منصوبہ جاری کیا گیا ہے، ٹریننگ سینٹر سے فارغ ہونے والوں کیلئے روزگار کی فراہمی کے لیے جامع اقدامات کیے گئے ہیں جن کے تحت تربیتی مراکز سے فارغ ہونے والوں کی تفصیلات کمپنیوں کو ارسال کی جاتی ہیں جو اپنی ضرورت کے مطابق امیدواروں کا انتخاب کرتے ہیں۔ (اردو نیوز)

کلرک سمیت 99 اسامیوں پر نوکریاں دستیاب ہوں گی

بانکورہ ڈسٹرکٹ کورٹ، مغربی بنگال نے اپر ڈویژن کلرک، پراسیس سرور اور دیگر 99 عہدوں کے لئے اہلیت کے حامل افراد سے درخواست طلب کیا ہے، درخواست کی فیس زمرے کے لحاظ سے 150 سے 500 روپے تک مقرر ہے، فیس آن لائن موڈ کے ذریعے ادا کرنا ہوگی، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 10 جولائی 2024 ہے، مزید معلومات کے لئے درج ذیل ویب سائٹ پر وزٹ کریں: ویب سائٹ bankura.dcourts.gov.in۔

جھارکھنڈ پبلک سروس کمیشن کی جانب سے سی ڈی پی او کے 64 عہدوں کیلئے فارم 26 جولائی تک

جھارکھنڈ پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ سی ڈی پی او کے 64 عہدوں کے لئے درخواست طلب کی گئی ہے، تعلیمی لیاقت میں کسی تسلیم شدہ یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ سے بیچلر ڈگری حاصل ہو، درخواست فارم بھرنے کے اہل ہیں، درخواست فارم بھرنے کے لئے کمیشن کے ویب سائٹ www.jpsc.gov.in سے تفصیلی جانکاری حاصل کرسکتے ہیں اور آن لائن فارم بھر سکتے ہیں، فارم بھرنے کا عمل 27 جون 2024 سے جاری ہے اور 26 جولائی 2024 آخری تاریخ ہوگی، امیدواروں کا سلیکشن ابتدائی امتحان (MCQ) مین اور انٹرویو کی بنیاد پر کیا جائے گا، ابتدائی امتحان دو پیپر کا ہوگا جس میں ہر ایک پر 100-100 نمبر کل 200 نمبر کا ہوگا جس میں جنرل نالج ہسٹری، جغرفی اکانومکس سے سوال پوچھے جائیں گے، اس امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد امیدوار مین امتحان میں شامل ہوں گے، مین امتحان میں کامیاب امیدوار انٹرویو میں شامل ہوں گے، عمر کی حد مورخہ 01-08-2019 کی بنیاد پر کی جائے گی، ان عہدوں پر بحالی کے لئے جنرل امیدواروں عمر کی حد 22 سال سے 35 سال مقرر ہے، EBC/BC (مرد) کے لئے 37 سال، EBC/BC (خواتین) کے لئے 38 سال اور ST/SC/EWS امیدواروں کے لئے 40 سال مقرر ہے، امتحان کی فیس 600 روپے ہے، اور جھارکھنڈ ریاست کے ST/SC/EBC/BC امیدواروں کے لئے امتحان کی فیس 150 روپے ہے۔

انجینئر کی 10 اسامیوں کے لیے انٹرویو

آئی آئی ٹی حیدرآباد میں ML/AI انجینئر کے 10 عہدوں کے لئے درخواست مطلوب ہے، امیدواروں کے کسی بھی زمرے کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 31 جولائی 2024 مقرر ہے، مزید معلومات کے لئے درج ذیل ویب سائٹ پر وزٹ کریں۔ www.iith.ac.in۔ ای میل: cpm-ai-coe@iith.ac.in

منیجر سمیت 10 عہدوں کے لئے درخواستیں مطلوب

انجینئرنگ پروجیکٹس (انڈیا) لمیٹڈ نے منیجر، اسسٹنٹ منیجر اور دیگر عہدوں سمیت 10 اسامیوں کے لیے درخواستیں طلب کی ہے، امیدواروں کے کسی بھی زمرے کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 31 جولائی 2024 مقرر ہے، انتخاب میرٹ اور انٹرویو کی بنیاد پر ہوگا، مزید معلومات کے لئے اس ویب سائٹ پر جائیں: epi.gov.in۔

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (پارا میڈیکل)

امارت شرعیہ کیمپس، پھلواری شریف، پٹنہ

داخلہ نوٹس

جو طالب علم انٹر Physics, Chemistry, Biology اور English سے پاس شدہ ہیں ان کے لئے ایک سنہرا موقع ہے۔ وہ طالب علم پارا میڈیکل کے ڈپلومہ کورس اور ڈگری کورس میں داخلہ لے کر اپنا مستقبل بنا سکتے ہیں، پارا میڈیکل کے ڈپلومہ کورس کی منظوری محکمہ صحت بہار سرکار اور ڈگری کورس کی منظوری بہار یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسس (BUHS) پٹنہ سے مستقل منظور شدہ ہے، خواہش مند طلبہ پارا میڈیکل کے دفتر سے مبلغ -/700 روپے جمع کرکے داخلہ فارم لے سکتے ہیں، پارا میڈیکل کے ڈپلومہ کورس میں Direct داخلہ لے کر اپنا مستقبل بنائیں۔

نوٹ:۔ درج ذیل موبائل نمبر پر داخلہ سے متعلق رابطہ کریں

6201503500, 99053554331,9631529759,7250222587,9430236042,8340240873

مولانا شبلی القاسمی (قائم مقام ناظم) امارت شرعیہ

سید نثار احمد (قائم مقام سکریٹری) پارا میڈیکل

ڈاکٹر فضیل احمد (پرنسپل) پارا میڈیکل

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

غریب مریضوں کیلئے مسیحا ہے امارت شرعیہ کا مولانا سجاد میموریل اسپتال

آر بی ایل بینک کے کلسٹر ہیڈ کمارا بھیشیک نے ایم ایس ایم اسپتال کو ایمبولنس عطیہ کیا

آر بی ایل بینک کے کلسٹر ہیڈ کمارا بھیشیک نے کہا کہ غریب مریضوں کے لئے ایم ایس ایم اسپتال امارت شرعیہ ایک مسیحا ہے، انہوں نے کہا کہ یہ اسپتال غریبوں اور ضرورت مندوں کا علاج بنا کسی بھید بھاؤ کے کم خرچ میں کرتا ہے، آر بی ایل کے کلیسٹر ہیڈ نے کہا کہ ان کی اس خدمت کے جذبے کو دیکھتے ہوئے آر بی ایل بینک نے بھی اس میں اپنا تعاون دیتے ہوئے غریب اور ضرورت مندوں کی خدمت کیلئے ایم ایس ایم اسپتال کو ایمبولینس عطیہ کیا ہے، بینک کے کلیسٹر ہیڈ نے ایمبولنس کی چابھی اسپتال کے ایکٹنگ سکریٹری جناب ڈاکٹر سید یاسر حبیب اور قائم مقام ناظم امارت شرعیہ جناب شبلی القاسمی کو دی، انہوں نے کہا کہ آر بی ایل اس طرح کے فلاحی کاموں میں بہت آگے رہتا ہے، یہ بینک آپ سب کا اپنا بینک ہے، اس کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ اس طرح کے کاموں میں حصہ لیا جائے تا کہ غریب اور ضرورت مند لوگوں کی مدد ہو سکے، وہیں اسپتال کے ایکٹنگ سکریٹری جناب ڈاکٹر یاسر حبیب نے بینک کے مینجر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ان کی اس خدمت کے جذبے سے غریب اور ضرورت مند مریضوں کو فائدہ پہنچے گا اور ایم ایس ایم اسپتال اس ایمبولینس کے ذریعہ مریضوں کو مزید بہتر سہولت فراہم کر سکے گا جیسا کہ امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ مولانا احمد ولی فیصل رحمانی کا خواب ہے کہ یہ اسپتال مزید ترقی کی بلندیوں پر پہنچے، آر بی ایل بینک کے ذریعہ عطیہ کردہ ایمبولینس اس خواب کی تعبیر پوری کرنے میں مددگار ثابت ہوگا، اس موقع پر قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی، امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، قاضی شریعت قاضی مولانا انظار احمد قاسمی، امارت شرعیہ کے نائب ناظم مفتی سہراب ندوی، معاون ناظم مولانا احمد حسین مدنی قاسمی، اسپتال کے سکریٹری ڈاکٹر سید یاسر حبیب، پارامیڈیکل کے سکریٹری سید نثار احمد، منہاج علی، سپرنٹنڈنٹ سید نثار احمد، ڈاکٹر تقی امام، اسپتال کی مینجر خورشید پروین، ہمایوں اشرف، اصغر علی، افروز عالم، محمد شمیم رضوی، خبیب رضوی، فرید اختر، عادل طارق حسین، منور ارشاد، ظفر عالم، عارف صدیقی کے علاوہ اسپتال کے سبھی کارکنان موجود تھے۔

مریضوں کی عیادت کا اسلامی طریقہ

محمد معروف کرخی

مسلمانوں کے درمیان باہمی الفت ومحبت اور تعلق و ہمدردی کو بڑھانے، پھیلانے اور حیات ملی کو اتحاد ویگانگت کا استحکام دینے کے لئے جن باتوں کو مسلمان پر مسلمان کے حقوق اور ذمہ داریاں قرار دے کر اسلام نے بطور خاص تعلیم دی ہے، ان میں سے ایک بیمار کی خیر وخبر لینا ہے، اس کی تسلی تشفی کے لئے اس کے پاس جانا اور اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا بھی ہے؟ چوں کہ مریض کا حال دریافت کرنا اور اس کے پاس تسلی و تشفی کے لئے جانا اسلامی اخوت اور انسانی تعلق و ہمدردی کو ظاہر کرتا ہے، اس سے بیمار کا دل بہلتا ہے، وہ اپنی تکلیف میں کمی محسوس کرتا ہے اور صحت و بقاء عمر کے لئے اس کی ڈھارس بندھتی ہے، اس لئے عبادت کا یہ نیک عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق کیا جانا چاہئے، اور زندگی میں بارہا کرنا چاہئے لیکن اگر کسی مریض کے حوالہ سے ایسا ممکن اور آسان نہ ہو تو کم از کم تو ایک بار ضرور بیمار کی خبر گیری کرانا چاہئے۔ چناں چہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے باہمی تعلق واتحاد قائم کرنے اور مستحکم بنانے کے لئے معاشرتی ذمہ داریوں اور آداب کو مسلمان پر مسلمان کے حق کے طور پر چھ چیزوں کو بیان فرمایا ہے: مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے چھ حقوق ہیں۔ (۱) جب تم کسی مسلمان سے ملاقات کرو تو تم اس کو سلام کرو۔ (۲) جب کوئی مسلمان تم کو مدد کے لئے آواز دے تو لبیک کہو یا ضیافت کے لئے بلائے تو اس کو قبول کرو۔ (۳) جب کوئی مسلمان تم سے خیر خواہی اور بھلائی کا مشورہ چاہے تو اس کو خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دو۔ (۴) جب کوئی مسلمان چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہو۔ (۵) جب کوئی مسلمان بیمار ہو جائے تو اس کی مزاج پرسی کے لئے اس کے پاس جاؤ۔ (۶) جب کوئی مسلمان مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو، ایک اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض کی عیادت کی اہمیت بتلاتے ہوئے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں سے مخاطب ہوں گے۔ اے آدم کی اولاد میں بیمار ہوا اور تونے میری بیمار پرسی نہیں کی، بندہ کہے گا: اے میرے پروردگار! میں تجھکو کس طرح پوچھتا، تو سارے جہانوں کا مالک اور پالنے والا ہے، تمام بیماریوں سے پاک اور منزہ ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم کو معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تونے اس کی عیادت نہیں کی، کیا تیرے علم میں نہیں تھا؟ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو میری رضا اور خوشنودی اس کے پاس پاتا۔ (مسلم شریف:۲/ ۳۱۸)

بیمار پرسی کی فضیلت: مریض کی عیادت کرنا صرف اسلامی رواداری ہی نہیں بلکہ عبادت بھی ہے اور احادیث نبویہ میں اس کی بہت سی فضیلت وارد ہوئی ہیں؛ چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کہ جو کوئی مسلمان صبح کے وقت اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے لئے جاتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت ومغفرت کی دعاء کرتے ہیں اور اگر وہ شام کے وقت عیادت کے لئے جاتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت ومغفرت کی دعاء کرتے رہتے ہیں اور عیادت کرنے والے کے لئے جنت میں ایک باغ مخصوص ہو جاتا ہے (ترمذی شریف ۱/ ۱۹۱) اسی طرح حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ بنی کریم صلی اللہ نے فرمایا: جب ایک مسلمان اپنے بیمار مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے تو گویا وہ عیادت سے واپسی کے وقت تک جنت کی میوہ خوری میں رہتا ہے یعنی جو شخص اپنے بیمار مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ اپنے نیک عمل کی وجہ سے جنت اور ثمرات جنت کے لائق ہو جاتا ہے۔ (مظاہر حق جدید:۲/ ۳۹۳) حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے مریض کی عیادت کی تو وہ عیادت کی نیت سے گھر سے نکلتے ہی دریاء رحمت میں غوطہ لگا تا چلا جاتا ہے جب تک اس مریض کے پاس بیٹھ نہ جائے اور جب وہ مریض کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور اس کی عیادت میں مصروف ہو جاتا ہے تو دریائے رحمت میں پوری طرح ڈوب جاتا ہے۔ (مشکوۃ شریف:۱۳۸)

ان مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے بیمار مسلمان بھائی کی عیادت اور احوال پرسی کر کے حق تعالی کے نزدیک رحمت ومغفرت کا مستحق بن سکتا ہے، رضاء الٰہی اور حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رحمت خداوندی کے وسیع سمندر میں غوطہ زنی کا موقع فراہم کر کے اپنی اخروی زندگی کو سازگار بنا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو عیادت کرنے کی زیادہ سے زیادہ موقع عنایت فرمائے آمین۔

بیمار پرسی کے آداب: عیادت اور بیمار پرسی کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب کسی مسلمان بھائی کا حال دریافت کرنے جائے تو اس کے لئے صحت وعافیت کی دعاء کرے، صبر کی تلقین کرے، اور ایسی باتیں کرے جس سے اس کا دل بہلے، اس کو تسلی میسر ہو، مثال کے طور پر یہ کہے کہ صبر وہمت سے کام لو غم وفکر نہ کرو، اللہ نے چاہا تو تم مکمل شفا یاب ہو جاؤ گے اور عمر دراز ہوگی غم لاحق کرنے والی اور صدمہ پہنچانے والی باتیں مریض کے سامنے نہ کریں بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ مریض کے پاس جا کر ایسی باتیں۔ افسوس کہ تم کیسی بیماری میں مبتلاء ہو گئے ہو، یہ مرض جلد ٹھیک نہیں ہوتا ہے، فلاں کو یہ مرض لاحق ہوا تھا تو اس کا کہیں علاج نہیں ہو سکا، یہ بڑا خطرناک مرض ہے، یہ ڈاکٹر کامیاب علاج نہیں کرتا، یہ تو جان لیوا ڈاکٹر ہے وغیرہ وغیرہ۔ کرتے ہیں جس سے مریض کو صدمہ پہنچتا ہے، مریض کے پاس زیادہ دیر تک بیٹھنا بھی آداب عیادت کے خلاف ہے، ہاں عیادت کرنے والا جانتا ہے کہ دوستی یا بے تکلفی کی وجہ سے زیادہ دیر تک بیٹھنے کو ناپسند نہیں کرے گا بلکہ اس کے بیٹھنے سے مریض کو ایک طرح کی خوشی محسوس ہوگی، اچھا لگے گا، تو پھر زیادہ دیر تک بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح مریض کے پاس شور وغل کرنا سخت منع ہے، اس سے بیمار کو تکلیف اور ایذاء پہنچتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے عن ابن عباس قال من السنة تخفيف الجلوس وقلة الصخب في العيادة عند المريض ''(مشکوۃ شریف:۱۳۸) سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ مریض کے پاس کم از کم بیٹھنا اور شور وغل نہ کرنا سنت ہے۔

بیمار پرسی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ جب ہم میں سے کوئی آدمی بیمار ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف فرما ہوتے تو ان پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور فرماتے: اذهب الباس رب الناس واشف انت الشافي لاشفاء الا شفائک لا يغادر سقما یعنی اے تمام انسانوں کے پروردگار! بیماری کو دور کر دے، شفاء عطا فرما دے، تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیرے شفاء کے علاوہ کوئی شفاء نہیں ہے اور ایسی شفاء عطا فرما کہ کوئی بھی بیماری باقی نہ رہے (بخاری شریف:۲/۸۴۷، ترمذی شریف:۱/ ۱۹۱)

باوضو عیادت کرنا افضل ہے: بہ نیت ثواب وضو کر کے بیمار پرسی کرنے سے اللہ تعالیٰ عیادت کرنے والے کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے محفوظ فرما دیتے ہیں؛ چناں چہ حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ نے فرمایا: جس نے اچھی طرح وضو کیا، پھر ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کو گیا تو وہ دوزخ سے ساٹھ سال کی مسافت تک دور کر دیا جاتا ہے (ابوداؤد شریف)

جب بیمار کی عیادت کی جائے تو بیمار کے پاس کھڑے ہو کر یہ دعاء سات مرتبہ پڑھیں: أسأل الله العظيم رب العرش العظيم ان يشفيك جیسا کہ عبداللہ بن عباس نے فرمایا: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی مسلمان اپنے بیمار مسلمان بھائی کی عیادت کے لئے جائے تو سات بار یہ دعاء پڑھے اسأل الله العظيم رب العرش العظيم ان يشفيك، یعنی میں دعاء مانگتا ہوں اللہ بزرگ وبرتر سے جو عرش عظیم کا مالک ہے، وہ تمہیں شفاء عطا فرمائے تو اللہ اس کو ضرور شفاء عطا فرمائیں گے، الا یہ کہ اس کی موت کا وقت آ چکا ہے تو دوسری بات ہے۔

اس لئے تمام مسلمان بھائیوں کو اسلامی تعلیمات کو سینہ سے لگا کر ہر نشست و برخواست میں آفتاب رسالت کے بتائے ہوئے ہدایات کے مطابق زندگی گزارنی چاہئے اور اٹھتے بیٹھتے ہوتے جاگتے چلتے پھرتے، غرض ہر لمحہ یہ فکر ہونی چاہئے کہ ہمارا ہر فعل وعمل سنت نبویہ کے عین مطابق ہو، اللہ سے دعاء ہے کہ ہم لوگوں کی ساری زندگی سنت رسول کے مطابق گزارے اور اللہ ہمیں اپنے فضل وکرم سے اس کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔

Scanned with CamScanner

بنیادی مسائل پر توجہ کی ضرورت

مولانا منور سلطان ندوی

ہندوستانی مسلمانوں کا مسائل ومشکلات کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ رہا ہے، ہر زمانہ اور ہر دور میں انہیں مسائل کا سامنا رہا ہے، صرف آزادی کے بعد سے اب تک پیش آنے والے مسائل کی اگر فہرست بنائی جائے تو کئی صفحات درکار ہوں گے، ان مسائل کے تئیں ہر دور میں ملی کوششیں بھی شانہ بہ شانہ دکھائی دیتی ہیں، مسائل کے حل کیلئے تحریکیں اٹھیں، ادارے قائم ہوئے، تنظیمیں وجود میں آئیں، وقت کے طوفان سے محاذ آرائی ہوئی، اور اس محاذ آرائی میں بہت سی شخصیات ملکی خدمات کے اسٹیج پر جلوہ گر ہوئیں، جنہوں نے اپنی فراست، تدبر اور بصیرت سے ملت کے لئے ایسے نسخہائے شفا تجویز کئے جو نہ صرف وقتی طوفان سے بحفاظت نکلنے بلکہ آئندہ بھی ہر طرح کے طوفانوں سے بچنے کی ضامن تھیں۔

ماضی کی اس تاریخ کو سامنے رکھیں اور حال کے مسائل پر ایک نظر ڈالیں، اور سنجیدگی سے سوچیں تو اندازہ ہوگا کہ ماضی کے بہت سے مسائل آج بھی جوں کے توں موجود ہیں، بہت سے مسائل نئی نئی شکلوں کے ساتھ پھر دوبارہ سامنے آئے ہیں، اور ایسا لگتا ہے کہ ماضی میں ان مسائل کے حل کے لئے کوئی کوشش ہوئی ہی نہیں، ورنہ یہ مسائل آج تک مسلمانوں کا تعاقب نہ کر رہے ہوتے، مسائل اور ان کے حل کی کوششوں کے مطالعہ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں کے بیشتر مسائل جن پر گذشتہ سالوں میں بڑی محنت صرف ہوئی، وہ محض وقتی تھے۔

ملی مسائل میں سب سے اہم بات جو پہلے بھی نظر انداز کی گئی اور آج بھی کی جارہی ہے وہ ہے وقتی و عارضی مسائل اور بنیادی مسائل میں ترجیح کا مسئلہ منصوبہ بندی وحکمت عملی کی کمی، اور دیرپا اور ٹھوس لائحہ عمل سے گریز، اس لئے ہونا تو یہ چاہیے کہ سب سے پہلے مسائل کے انبار سے بنیادی نوعیت کے مسائل کا انتخاب کیا جاتا اور ان کے حل کے لئے ماہرین کے ساتھ مشاورت کے ذریعہ کوئی ٹھوس حکمت عملی تیار کی جاتی لیکن مجھے نہیں لگتا کہ ملکی سطح پر اس طرح کی کوئی سنجیدہ کوشش ہوئی ہے منصوبہ بندی اور حکمت عملی کا فقدان سب سے زیادہ مسلمانوں کے یہاں ہے، دنیا کی ہر چھوٹی بڑی قوم بلکہ ملک کی دیگر تمام قوموں، جماعتوں اور سیاسی پارٹیوں تک کے پاس بھی ان کے منصوبہ ساز افراد، ماہرین اور تھنک ٹینک ہوتے ہیں، مگر آہ ملت بیضا! کہ اس کے پاس نہ صرف یہ کہ ان چیزوں کا فقدان ہے بلکہ افسوس کہ ان چیزوں کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی جاتی۔

ملک کے حالات جس تیز رفتاری کے ساتھ تبدیل ہو رہے ہیں اس تناظر میں یہ بات بہت اہم ہے کہ ملکی سطح کے دانشوران سر جوڑ کر بیٹھیں اور مسلمانوں کے وجود اور اسلامی وملی تشخص کی بقاء کے لئے چند نکاتی منصوبہ بنائیں، اور اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہونچانے کے لئے ضروری وسائل فراہم کئے جائیں، یہ بات اس لئے بھی ضروری ہے کہ اب مسلمانوں کے ساتھ روز نئے مسائل ومشکلات سامنے آرہے ہیں، اور مختلف انداز سے مسلمانوں کو وقتی اور جذباتی مسائل میں الجھایا جارہا ہے، اور ایک مسلمان ہیں کہ ان میں الجھتے جارہے ہیں، عام مسلمان تو کجا دانش وبینش کے مدعیان بھی ان کے بچھائے جال میں پھنستے جارہے ہیں، اور ان کا مہرہ بن رہے ہیں، اس صورتحال کا گہرائی سے مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ آج متعدد موضوعات ایسے ہیں جن کے بارے میں متحدہ پالیسی اختیار کرنے اور اس پالیسی کے تئیں عام مسلمانوں میں صحیح شعور پیدا کرنے کی ضرورت ہے، آج صورت حال یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے مسائل میں بھی مسلمانوں کے نقطہ ہائے نظر اتنے مختلف ہوتے ہیں کہ ان کے درمیان ہم آہنگی کی جگہ تضاد کی کیفیت پائی جاتی ہے، یہ دراصل صحیح ملی شعور کی کمی کا نتیجہ ہے، اس لئے اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ عام مسلمانوں کے اندر بھی عمومی نوعیت کے مسائل میں یکساں شعور پیدا کیا جائے، تاکہ قائدین جو فیصلہ لیں وہ ملکی سطح پر قابل عمل ہو۔

کیا اس ملک میں غریبوں کے لئے کوئی جگہ نہیں؟

قیصر محمود عراقی

ہندوستان کے کسی بھی غریب شخص سے یہ سوال پوچھیں کہ آزادی کے بعد سے آج تک ہندوستان نے کیا دیا تو زیادہ تر جواب یہ ہوتا ہے کہ ''کچھ بھی نہیں دیا'' اور کچھ لوگوں کا جواب ہوتا ہے کہ انہیں تو ایک شناختی کارڈ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ملا ہندوستان سے، ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو غریب ٹھیک ہی کہتا ہے کیونکہ ہر روز صبح اُٹھنے کے ساتھ ایک ہی پریشانی کا سامنا ہوتا ہے، کہ آج بچوں کا پیٹ کیسے پالونگا، آج بیوی کا علاج کہاں سے کروائنگا اور آج اپنی باقی ضروریات کہاں سے پوری کرونگا۔ مگر دوسری جانب ہمارے ملک کے چند ارب پتی لوگ ہندوستان کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھ بیٹھے ہیں، ان کے خیال میں وزیر اعظم، صدر اور مشیر بنا صرف ان کا ہی حق ہے۔ اگر ملک میں جمہوریت ہے تو وہ ہی اس جمہوریت اور اس کے نتیجے میں بننے والے نظام کے وارث ہیں، تمام تر سرکاری مشینری اور سرکاری ادارے ان کے ہی ماتحت ہیں، وہ چاہیں تو کسی ادارے کے ساتھ کچھ بھی کر سکتے ہیں، یہ طاقتور طبقہ سمجھتا ہے کہ تمام تر سرکاری عہدوں اور نوکریوں پر صرف ان کے مخصوص حامیوں کا ہی حق ہے، یعنی کہ جب تک کوئی بھی سرکاری نوکری کی نشست چاہے وہ چپراسی کی ہو یا پھر اٹھارویں گریڈ کی ہو ان کی رضا مندی سے نہ بھری جائے نتیجاً تمام تر سفارش زدہ لوگ اوپر آجاتے ہیں اور مسلسل چھہتر سال سے جاری کھیل کی وجہ سے غریب غریب تر ہی ہوتا چلا جارہا ہے۔ ہم آسان لفظوں میں ساری بات کو اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ اس ملک کے غریب کا سرکاری نوکریوں، سرکاری وسائل اور سرکاری سہولتوں پر قطعاً کوئی حق نہیں ہے اسی لئے غریب اپنے آپ کو خود تک ہی محدود رکھتا ہے اور نوکریوں کے جھنجھٹ میں ہی نہیں پڑتا اور یوں سارا مفاد ایک مخصوص طبقہ اُٹھا جاتا ہے جو کہ ہمارے نام نہاد سیاستدانوں اور بڑے لوگوں کی خوشامد کرتا ہے یعنی ان کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے۔

یہاں ذہن میں چند سوالات جنم لیتے ہیں کہ کیا ہندوستان کی آزادی میں ہمارے ملک کے سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور نوابوں کا کوئی کردار تھا؟ کیا ان تمام میں سے کسی نے اپنے ملک کے غریبوں میں اپنی جائداد اور مال و دولت تقسیم کی تھی؟ کیا ان لوگوں نے ملک کے لئے اپنی جان کی قربانی پیش کی تھی؟ جب ان تمام سوالوں کا جواب نہیں میں ہے تو پھر یہ لوگ خود کو ہندوستان کا مالک اور غریب کو اپنا نوکر کیوں سمجھتے ہیں؟ آج ملک پر بیرون قرضوں کا بوجھ اتنا زیادہ ہے کہ ملک کی کروڑوں کی آبادی کا ایک ایک فرد مقروض ہے جبکہ چند خاندان ایسے ہیں جو کھرب پتی ہیں جن کی دولت اور کاروبار اس دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، اس ملک کا غریب بیرون ملک روزگار کی تلاش میں جانے کی خاطر اپنا گھر بھی بیچ دیتا ہے جبکہ مخصوص طبقہ اپنے سر درد کا علاج بھی لندن اور امریکہ کے مہنگے ترین اسپتالوں میں جا کر کراتا ہے۔ یہاں یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ واقعی اس ملک میں غریب کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے، نہ رہنے کو گھر ہے، نہ کھانے کو کھانا ہے، نہ پینے کو صاف پانی ہے، نہ بچوں کی تعلیم ہے، نہ اپنا علاج کرانے کے لئے کوئی بہترین اسپتال ہے اور نہ ہی سفر کرنے کے لئے مفت ٹرانسپورٹ کی سہولیات ہیں، جبکہ دوسری جانب دوسرے مخصوص طبقے کے لئے نت نئے ماڈل کی گاڑیاں، بچوں کی تعلیم کے لئے اسکول اور کالج، علاج کے لئے انشورینش پالیسیاں، بیرون ملک سفر کے لئے خصوصی رعایات، گھروں میں کام کے لئے نوکر، اپنی حفاظت کے لئے بلٹ پروف گاڑیاں اور سیکوریٹی گارڈ، تفریح کے لئے جم خانہ، کلب کی ممبرشپ، شادیوں کے لئے فائیو اسٹار ہوٹلوں کی بکلنگ اور نہ جانے کیا کیا ایسی سہولتیں ہیں جو کہ ہمارے بڑوں کو میسر ہیں جبکہ ان ساری چیزوں کے بارے میں کسی غریب شخص کا سوچنا بھی گناہ ہے حالانکہ یہ ساری سہولتیں ہندوستان میں موجود ہیں۔

> ''یاد رکھئے کہ جب کسی ملک میں طبقاتی تقسیم اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کی یہ صورتیں حال ہو تو پھر وہ ملک کبھی بھی ترقی یافتہ نہیں بن سکتا کیونکہ حکمران طبقہ اپنے عوام کے رھن سھن اور بنیادی ضرورتوں سے واقف ھی نہ ھو یا پھر واقف ھونے کے باوجود چشم پوشی سے کام لے تو پھر قومیں زوال کا شکار ھو جاتی ھیں''

یادرکھئے کہ جب کسی ملک میں طبقاتی تقسیم اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کی یہ صورتیں حال ہو تو پھر وہ ملک کبھی بھی ترقی یافتہ نہیں بن سکتا کیونکہ حکمران طبقہ اپنے عوام کے رہن سہن اور بنیادی ضرورتوں سے واقف ہی نہ ہو یا پھر واقف ہونے کے باوجود چشم پوشی سے کام لے تو پھر قومیں زوال کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اس کی وجہ صرف اور صرف ایک ہی ہے کہ حکمران طبقہ یا امیر طبقہ کبھی بھی بنیادی مسائل کا شکار ہی نہیں رہا۔ اگر حکومت کرنے والوں نے عام عوام اور غریب طبقے کے دکھ اور پریشانیاں قریب سے دیکھے ہوتے تو اسے احساس ہوتا کہ ان مسائل کو اگر مکمل نہیں تو جزوی طور پر یا ہر ممکن طور پر کیسے ختم کیا جائے۔ طاقتور چند بڑی سیاسی جماعتوں کے سربراہوں اور ان کے بچوں کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں جو کہ پچھلے تین چار دہائیوں سے ملکی سیاست اور ملکی اداروں کے کرتا دھرتا ہیں۔ ان بڑی سیاسی جماعتوں کے سربراہوں کے علاوہ کئی چھوٹی جماعتوں کے کرتا دھرتا ایسے ہیں جن کے باپ دادا بھی حکومتوں میں رہے ہیں، بیٹے، بیٹیاں بھی رہی ہیں اور اب پوتے پرپوتے بھی سیاست میں قدم رکھنے کو تیار ہیں جبکہ دوسری جانب کوئی پڑھا لکھا مڈل کلاس بندہ اپنے سیاسی نظام میں اس وقت تک جگہ نہیں بنا سکتا جب تک کہ اس کے سر پر کسی بڑے نام چین یا شخصیت کا دست شفقت نہ ہو۔ آج ہمیں اگر اپنے سیاسی نظام میں گنے چنے متوسط گھرانوں کے سیاست دان نظر آتے ہیں تو وہ بھی ان بڑی جماعتوں کی جی حضوری کر کے یہاں تک پہنچے ہیں اپنے بل بوتے پر نہیں۔ غرض یہ کہ ہندوستان میں غریب کے رہنے کے لئے صرف مسائل ہیں جبکہ سہولیات صرف امیروں کے لئے ہیں۔

Scanned with CamScanner

جنگ آزادی کے مسلم مجاہدین

ابوشارب

آج ہمارے ملک پر فسطائی جماعت (BJP) کی حکومت ہے، جس کے لیڈروں نے اس ملک کی آزادی میں نہ تو اپنے خون کا ایک قطرہ بہایا اور نہ ایک دن کے لئے جیل گئے لیکن حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ جن مسلمانوں کے اسلاف نے اس ملک کو اپنا خون دیکر آزاد کرایا آج بی جے پی کے لیڈر مسلمانوں سے اس ملک سے وفاداری کا ثبوت مانگ رہے ہیں جن مدارس نے ملک کی آزادی کے لئے مجاہد تیار کئے انہیں مدارس کو شر پسند دہشت گردی کے اڈے کہہ رہے ہیں۔
افسوس صد افسوس! آج اس ملک کی گنگا جمنی تہذیب اور اس ملک کے سیکولر کردار کو بھگوا رنگ میں رنگا جا رہا ہے اور ملک میں ہندوتو کے علمبردار نفرتوں اور عداوتوں کا بازار گرم کر رہے ہیں۔ ہم یہاں کچھ ان مسلم مجاہدوں کا تذکرہ کر رہے ہیں جنہوں نے اس ملک کی آزادی کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دیں، جن میں سلطان ٹیپو اور شہید اشفاق اللہ خان کا نام سرِ فہرست ہے۔

آزاد ہند فوج کے مسلم مجاہدین: آزاد ہند فوج تین لاکھ فوجیوں پر مشتمل تھی، ان فوجوں میں سب کے سب تربیت یافتہ تھے، فوجی افسروں میں بہت بڑی تعداد مسلمانوں کی تھی جسے جاپانیوں نے گرفتار کیا تھا، سبھاش چندر بوس کے مشورے سے وہ سب کے سب آزاد ہند فوج میں شامل ہوگئے، عام فوجیوں میں بھی مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی، کیونکہ سنگاپور اور چاٹگام وغیرہ کے مورچوں پر بلوچ رجمنٹ لائٹ انفنٹری متعین تھی اور یہ سب کی سب مسلمان فوجیوں پر مشتمل تھیں، سبھاش چندر بوس چونکہ مسلمانوں کی جنگی اسپریٹ سے واقف تھے اس لئے جنگی صلاح ومشورہ کے سلسلے میں مسلمان افسروں پر زیادہ اعتماد کرتے تھے۔
آزاد ہند فوج کے علاوہ جن مسلم مجاہدین نے ملک کی آزادی میں اپنا سب کچھ گنوا دیا ان میں سے کچھ مجاہدین کا تذکرہ یہاں کیا جا رہا ہے۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ: از ہر ہند دار العلوم دیوبند کے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث تھے، تقریباً پچاس سال مسند صدارت پر فائز رہے، اپنی ریشمی رومال کی تحریک کی وجہ سے عالمی شہرت کے مالک تھے، اس تحریک کے روحِ رواں آپ ہی تھے، راز افشا ہونے کے بعد انگریزوں نے گرفتار کرلیا، جدہ میں ایک مہینہ رکھنے کے بعد مصر بھیج دیا، فوجی عدالت میں مقدمہ ہوا، بغاوت کا جرم تھا، سب کو یقین تھا کہ پھانسی کی سزا ہوگی مگر پولیس جرم ثابت نہ کرسکی، اس لئے قاہرہ کے قید خانہ سے جزیرہ مالٹا بھیج دیا، پانچ سال برطانوی سامراج کی چیرہ دستیوں کو بھگت کر آپ ہندوستان تشریف لائے، ہندوستان کے مشاہیر علماء وزعماء نے بمبئی باب الہند پر شاندار استقبال کیا اور متفقہ طور پر آپ کو شیخ الہند کا معزز خطاب دیا گیا۔
جب آپ ہندوستان آئے تو تحریک خلافت اور نان کوآپریشن کی تحریک شباب پر تھی، اسی سلسلہ میں انگریزوں کے قائم کردہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کا بائیکاٹ کیا گیا، علی گڑھ کے طلبہ نے بھی تعلیمی مقاطعہ میں حصہ لیا، اس لئے مقتدر زعماء نے ایک قومی یونیورسٹی کا خاکہ بنایا، جس کا افتتاح شیخ الہند نے کیا اور اس کا سنگ بنیاد رکھا آج وہی نیشنل یونیورسٹی ''جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی'' ہے، ہندوستان واپسی کے کچھ ہی عرصے کے بعد ۲۰ رنومبر ۱۹۲۰ء کو خدا کے جوار رحمت میں چلے گئے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ: پیکر عمل، سراپا جدوجہد، ہندوستان کے سیاہی رہنماؤں میں پہاڑ جیسے ٹھوس عزم وارادہ کے مالک شیخ الہند کے جانشین، قید خانہ مالٹا کے ہم نشین، ان کے مشن کو اپنی زندگی کے اخیر لمحوں تک جاری رکھنے والے، ہند کے شیخ الاسلام، دار العلوم دیوبند کے صدر و شیخ الحدیث، ہزاروں علماء کے جلیل القدر استاذ ومقتدا، لاکھوں انسانوں کے مرشد کامل تھے، انگریزوں کی حکومت سے سخت نفرت رکھتے تھے، تحریک آزادی ہند میں کون سی مصیبت ومشقت نہیں جھیلی؟ مگر اپنے مشن میں مصروف رہے، جمعیۃ علماء ہند کے ۱۹۴۰ء سے تادم اخیر صدر رہے، کئی بار برطانوی سامراج کی عدالتوں میں پھانسی کی سزا سے بچے، آزادی کے بعد اصلاح کے کاموں میں مصروف ہوگئے، دینی خدمت وتزکیہ نفوس کے مقدس مشن میں لگے رہے، ۵؍دسمبر ۱۹۵۷ء کو رحلت فرماگئے، دیوبند میں قبرستان قاسمی میں آسودۂ خواب ہیں۔

مولانا عبیداللہ سندھی: شیخ الہندؒ کے تلمیذ رشید، آپ کے دست راست تھے، نہایت ذکی دماغ پایا تھا، برطانوی حکومت کی رپورٹوں میں ریشمی رومال کی تحریک میں انہیں کو تحریک کا بانی بتایا گیا ہے اور لکھا گیا ہے کہ عبیداللہ سندھیؒ نے شیخ الہندؒ کو اپنے منصوبے میں شریک کیا، آپ سکھ خاندان سے مسلمان ہوئے تھے، دیوبند میں تعلیم حاصل کی، شیخ الہندؒ کے حکم سے کابل گئے، ریشمی رومال تحریک میں تمام عملی اقدامات آپ ہی کے رہین منت ہیں ساری سرگرمیوں میں آپ ہی کا ہاتھ کام کر رہا تھا، پوری زندگی جلاوطنی میں گزار دی، ہزاروں مصیبتیں جھیلیں طرح طرح کے مصائب برداشت کئے، لیکن جدوجہد آزادی میں کسی طرح کی کمزوری نہیں آئی، افغانستان، ترکی، روس، عرب اور ایران وغیرہ جاکر تحریک آزادی کی کامیابی کے لئے راہیں تلاش کرتے رہے، ہندوستان سے باہر رہ کر ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد کرنے والوں سے مل کر ان کی صحیح رہنمائی کرتے رہے، کابل کی عارضی حکومت میں وزیر امور ہند رہے تحریک کی ناکامی کے بعد کابل میں کچھ دنوں نظر بند رہے، پھر رہا کردئے گئے، کچھ دن عرب حجاز میں گزارے، ۱۹۳۹ء میں جب کانگریسی وزارت برسر اقتدار تھی تو آپ سے قانونی پابندیاں اٹھائی گئیں، تب آپ ہندوستان آئے، لاہور میں آپ نے قیام کیا، بیت الحکمۃ قائم کرکے علماء کو فلسفہ کا درس دیتے تھے، لیکن حیات مستعار کے تھوڑے ہی دن باقی تھے کہ آپ سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔

مولانا احمد علی لاہوری: مولانا احمد علی جو امیر انجمن خدام الدین کے نام سے مشہور ہیں، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے کابل چلے جانے کے بعد آپ ہی نظارۃ المعارف کے مدیر اور ناظم رہے، پوری زندگی لاہور میں گزاری، تفسیر قرآن میں آپ اپنی مثال تھے، تفسیر قرآن کا درس دیتے تھے، فضلاء دیوبند ایک سال کے لئے لاہور جاکر موصوف سے فن تفسیر پڑھا کرتے تھے، سرکاری فائل میں جو ریشمی رومال تحریک سے متعلق ہے سب سے پہلا نام آپ ہی کا ہے، آپ شیخ الہند کی تحریک سے وابستہ تھے۔

مولانا آزاد سبحانی: آپ سکندر پور ضلع بلیا کے رہنے والے تھے، مگر ساری زندگی کانپور میں بسر کی، مشاہیر زعماء میں آپ کا شمار تھا، کانپور کی مسجد جب ۱۹۱۳ء میں انگریزوں نے شہید کیا اس وقت انگریزی حکومت کے خلاف اپنے جرأت مندانہ اقدام کے بعد آپ کا نام ابھرا اور آپ پورے ملک میں روشناس ہوئے، مجاہدین آزادی میں نمایاں تھے، طویل عمر پائی، ریشمی رومال کی تحریک کی فائل میں آپ کا نام بھی شامل ہے، بظاہر تحریک سے وابستگی نظر نہیں آتی، لیکن برطانوی حکومت کی نگاہ میں وہ انگریزوں کے دشمن ضرور تھے۔

مولانا محمد علی جوہر: آپ رامپور میں پیدا ہوئے تھے، خلافت کمیٹی کے بانی مسلم لیڈر، جرأت حق اور بے باکی کے مثالی کردار، انگریزی ادب وانشاء کے ماہر کامل ''انگریزی میں کامریڈ'' نکالا، جو اپنی ٹکسالی زبان کی وجہ سے انگریزی ادب سے دلچسپی رکھنے والے حلقہ میں عزت واحترام اور ذوق وشوق سے پڑھا جاتا تھا، خلافت کے دور میں وہ ہندوستان کی سیاست پر چھائے ہوئے تھے، ۱۹۲۹ء میں نہرو رپورٹ پر اختلاف کرکے لیگ کے مدیر ہوگئے، راؤنڈ ٹیبل کانفرنس لندن میں شرکت کے لئے گئے اور وہیں انتقال کیا، حکومت نے اپنے خرچ پر ان کی لاش کو بیت المقدس بھیجا، اسی مقدس سرزمین میں آسودۂ خواب ہیں۔

مولانا شوکت علی: مولانا محمد علی جوہر کے بڑے بھائی تھے، ان کی پیدائش رامپور میں ہوئی، پوری خلافت تحریک میں ساتھ رہے، انہیں دونوں بھائیوں کو علی برادران کہا جاتا ہے، بہترین مقرر، وجیہ وشکیل، قدآور بھائی بھرکم شخصیات کے مالک خدام کعبہ کے نام سے ایک تاریخ تنظیم بنائی تھی، دونوں بھائی بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔

مولانا حسرت موہانی: مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے تعلیم یافتہ، اردو کے مشہور شاعر، کانپور میں رہتے تھے، انتہائی مخلص، ساری زندگی عسرت وافلاس میں بسر کی، حق بات کہنے میں بہت جری تھے، نہرو رپورٹ سے انہوں نے صرف اس لئے اختلاف کیا کہ اس میں اپنا نصب العین مکمل آزادی نہیں رکھا گیا تھا، ''اردوئے معلّٰی'' کے نام سے اردو کا ایک معیاری رسالہ نکالا جو بڑی عزت کی نگاہوں سے دیکھا اور پڑھا جاتا تھا، اردو شاعری کے مسلمہ استاد تھے، ان کی شاعری پر ریسرچ اسکالروں نے تھیسس لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے، ان کا یہ شعر ضرب المثل بن گیا ہے اور ہر شخص کی زبان پر رہتا ہے، یہ شعر اس وقت کہا تھا جب وہ انگریزی حکومت کی جیل میں تھے۔

ہے مشق سخن جاری چکی کی مصیبت بھی
ایک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

تصدق حسین شیروانی: قوم پرور لیڈروں میں ایک ممتاز مقام کے مالک تھے، علی گڑھ کے رہنے والے تھے، مولانا آزاد سے قریب تھے، نہرو رپورٹ رد کرنے والوں میں مولانا عبدالقادر لدھیانوی کے خلف ارشد تھے، یہ وہی مولانا عبدالقادر ہیں جنہوں نے سب سے پہلے ایک فتویٰ شرکت کانگریس کے سلسلہ میں مرتب کرکے کئی سو علماء کے دستخط کے ساتھ شائع کیا تھا، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ہندوستان گیر شہرت کے مالک تھے، مجلس احرار اسلام کے بلند پایہ لیڈر بہت پر جوش اور گرم تقریریں کرتے تھے، انگریزوں کے خلاف جب مسلمانوں کو للکارتے تھے تو بزدل سے بزدل مسلمان کو بھی ایک بار جھرجھری آجاتی تھی اور اس کے سینے میں جرأت وہمت کروٹیں لینے لگتی تھی، لدھیانہ آپ کا آبائی وطن تھا، امرتسر میں سکونت پذیر تھے، ۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء کے بعد جب فسادات پھوٹ پڑے تو آپ دلی آگئے اور یہیں ساری زندگی بسر کرکے رب حقیقی سے جاملے۔

مولانا سید محمد میاں: دیوبند کے رہنے والے، مرادآباد کو وطن ثانی بنالیا تھا، جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد میں حدیث کے استاد تھے، ''علماء ہند کا شاندار ماضی'' ''اسیر مالٹا'' ''تحریک شیخ الہند، بچوں کے نصاب کی کتابیں ''تاریخ اسلام'' کے نام سے اور دوسری کتابوں کے مصنف ہیں، آپ اردو کے طرز خاص کے مالک ہیں، شاندار ماضی کا چوتھا حصہ حکومت نے ضبط کرلیا اور آپ پر مقدمہ چلایا گیا، سزا بھی ہوئی صوبائی جمعیت کے ناظم اعلیٰ رہے بعد میں مرکزی جمعیت علماء کے ناظم عمومی ہوگئے تھے، انگریزوں سے ازلی بیر رکھتے تھے، نان کوآپریشن کی تحریک میں ایک ڈکٹیٹر آپ بھی تھے، دہلی جاکر گرفتاری دی تھی، کئی بار برطانوی جیلوں کی سیر کی، آخر عمر میں مرادآباد سے دہلی منتقل ہوگئے اور مدرسہ امینیہ دہلی میں شیخ الحدیث رہے، دہلی میں ہی ۱۹۷۵ء میں انتقال فرمایا۔

مولانا مفتی کفایت اللہ: خلافت تحریک سے آپ کی سیاسی زندگی شروع ہوئی، جمعیہ علماء ہند کے قیام سے ۱۹۴۰ء تک مسلسل بیس سال تک آپ اس کے صدر رہے، فقہ وفتاویٰ میں ہند وپاک میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا، اپنے وقت کے امام تھے، تدبر وفراست بے مثل تھی، تعلیم الاسلام بچوں کے لئے بہترین کتاب مرتب فرمائی جو بیشتر مدارس میں بچوں کے نصاب میں شامل ہے، مدرسہ امینیہ دہلی کے شیخ الحدیث صدر المدرسین بلکہ اس کے روح رواں تھے، دہلی میں انتقال کیا، مہرولی میں ظفر محل میں دروازے کے پاس دفن ہوئے مزار پر کتبہ لگا ہوا ہے۔

مولانا احمد سعید دہلوی: جمعیت علماء ہند کے ناظم رہے، سیرت نبوی کے موضوع پر دہلی کی دہلی ٹکسالی زبان میں انتہائی مؤثر تقریر فرماتے تھے، انگریزوں کے خلاف ساری زندگی جدوجہد کرتے رہے، اعظم گڑھ میں حکومت کے خلاف ایک تقریر کرنے پر آپ پر مقدمہ چلایا گیا اور آپ جیل بھیج دیئے گئے، اعظم گڑھ کی جیل میں آپ نے دو کتابیں لکھیں، جنت کی کنجی اور دوزخ کا کھٹکا، آپ نے قرآن پاک کی اردو میں ایک تفسیر بھی لکھی ہے جو دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے، پوری زندگی سرگرم سیاست میں حصہ لیتے رہے، کئی بار جیل گئے، آزادی کے فوراً بعد دہلی میں جو قتل وغارت گری مچی تھی اس میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور مولانا احمد سعید اور دوسرے بعض بزرگوں نے مثالی کارنامہ انجام دیا، ہندوستان میں مسلمانوں کے استقلال میں ان بزرگوں کا زبردست ہاتھ ہے، مسلمان ان کے احسانات سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتے، آزادی کے بعد دہلی میں انتقال ہوا اور اسی سرزمین آسودۂ خواب ہیں۔

عطاء شاہ اللہ بخاری: مجلس احرار اسلام کے قابل فخر اور مایہ ناز لیڈر، سحر البیان مقرر، خطابت کے جادوگر، مخالف سے مخالف مجمع میں اپنی بات منوا لینے میں ان کو کمال حاصل تھا، کئی کئی گھنٹے مسلسل تقریر کرتے اور مجمع یہ محسوس کرتا کہ ابھی کچھ دیر نہیں ہوئی، کھدر کی شلوار اور لمبی قمیص زیب تن رہتی، ہاتھ میں تلوار کا سہارا لے کر اسٹیج پر چل پھر کر اس طرح تقریر کرتے جیسے کوئی سپہ سالار اپنی فوج کے سامنے جوش وجذبہ دلانے کے لئے گرم تقریر کر رہا ہو، قرآن پاک بہت ہی مسحور کن آواز میں پڑھتے اور جب قرأت کرتے تو ایسا سناٹا چھا جاتا جیسے سانسوں کی بھی آواز نہیں سنائی دے رہی ہے۔
اردو کے اشعار برمحل اپنے مخصوص ترنم سے پڑھتے تھے، برطانوی سامراج کی طرف جب روئے سخن ہوجاتا تھا تو زور بیان اور جوش خطابت دیکھنے اور سننے کی چیز ہوجاتی تھی، لوگ بے تابانہ ان کی تقریروں کے لئے دوڑتے تھے، جیل جانا ان کی زندگی کا ایک مشن بن گیا تھا، نہ جانے کتنی جیلوں کے درودیوار ان کی پرسوز تلاوت قرآن سے معمور ہوں گے، اس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا، ۱۴؍اگست تک تحریک پاکستان کی مخالفت کرتے رہے، مگر آزادی کے بعد اپنے وطن کو چھوڑ نہ سکے، ساری زندگی اپنے وطن ہی میں گزاری وہیں انتقال ہوا۔
یہ مسلم مجاہدین آزادی کی تاریخ کے ایک معمولی نمونے ہیں، ورنہ ان کی فہرست بہت طویل ہے، ہم اپنے بچوں کو اپنے بزرگوں کی قربانیوں سے واقف کرائیں کہ اس ملک کی آزادی میں سب سے زیادہ ہم نے قربانی دی ہے جس کو فراموش کیا جا رہا ہے۔

Scanned with CamScanner

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج

ڈاکٹر سراج الدین ندوی

فتح مکہ کے بعد نبی اکرمؐ نے حج ادا کیا، جو کہ بس آپ کا آخری حج تھا، اس کے بعد آپؐ اپنے رب سے جا ملے۔ آپ نے جو حج فرمایا وہ اکمل ترین شکل میں تھا، اس لیے آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ مجھ سے حج کے طریقے سیکھ لو، شاید آئندہ میں رہوں یا نہ رہوں۔ آپؐ نے جس طریقے پر حج کیا امت مسلمہ آج تک اسی طریقے پر عمل پیرا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں نو سال رہے۔ اس عرصہ میں آپؐ نے کوئی حج نہیں کیا۔ آپؐ نے سن دس ہجری میں یہ اعلان کرایا کہ میرا ارادہ حج کرنے کا ہے۔ اس اعلان کو سنتے ہی لوگ کثیر تعداد میں مدینہ پہنچ گئے۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ آپؐ کے ہم رکاب ہو۔ آپؐ کے نقشِ قدم پر چلے اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھے خود بھی اس پر عمل کرے۔ ہم آپؐ کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ پہنچے۔ اس مقام پر اسماء بنت عمیس کے یہاں محمد بن ابی بکرؓ کی ولادت ہوئی۔ انھوں نے اس کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور معلوم کیا کہ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم غسل کرکے لنگوٹ کس لو اور احرام باندھ لو۔

ذوالحلیفہ مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ کر آپؐ اپنی اونٹنی جس کا نام قصواء تھا پر سوار ہو گئے۔ جب اونٹنی بیداء کے مقام پر پہنچی تو میں نے دیکھا کہ تا حد نگاہ آگے پیچھے اور دائیں بائیں سوار اور پیادے انسانوں کا ہجوم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تھے۔ آپؐ پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپؐ قرآن کے مفہوم و مدعا کو خوب جانتے تھے، جو عمل آپؐ کرتے تھے وہی ہم بھی کرتے تھے۔ (جب اونٹنی کھڑی ہوئی) تو آپؐ نے بلند آواز سے اللہ کی وحدانیت کا یہ تلبیہ پڑھا: لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لاَ شَرِیْکَ لَکَ، لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ، وَالْمُلْکَ، لاَ شَرِیْکَ لَکَ۔ آپؐ کے اصحاب نے بھی تلبیہ پڑھا۔ حضرت جابرؓ آگے بیان کرتے ہیں کہ ہماری نیت صرف حج کرنے کی تھی۔ ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ عمرہ بھی کرنا ہے۔ جب ہم آپؐ کے ساتھ خانہ کعبہ پہنچے تو آپؐ نے سب سے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا، پھر (طواف شروع کیا) پہلے تین چکروں میں رمل کیا اور باقی چار چکروں میں معمولی رفتار سے چلے، پھر مقام ابراہیم کی طرف گئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی ''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی'' پھر اس طرح کھڑے ہوئے کہ مقام ابراہیم آپؐ کے اور بیت اللہ کے درمیان تھا۔ آپ نے دو رکعتوں میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ کی تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد حجر اسود پر تشریف لائے اور اس کا استلام کیا۔ حجر اسود کا استلام کرکے آپؐ دروازہ (باب الصفا) سے صفا کی طرف گئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ'' اس کے بعد فرمایا: اللہ نے اس آیت میں جس مقام کا ذکر پہلے کیا ہے، میں اسی سے اپنی سعی کا آغاز کروں گا۔ چنانچہ آپؐ صفا پر چڑھ گئے۔ جب بیت اللہ نظر آنے لگا تو قبلہ رخ کھڑے ہو کر اللہ کی توحید و تکبیر میں مشغول ہو گئے۔ آپؐ نے یہ کلمات کہے:

''لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ، اَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ، وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔''

اس کے بعد دعا کی اور تین بار ایسا ہی کیا۔ پھر آپؐ صفا کی طرف چلے۔ وادی کی نشیب میں پہنچے تو دوڑ کر چلے۔ جب نشیب سے اوپر آگئے تو عام رفتار سے چلتے رہے، مروہ پر پہنچے تو وہی عمل کیا جو صفا پر کیا تھا۔ آخری چکر پورا کرکے مروہ پر پہنچے تو اپنے اصحابؓ سے فرمایا: میرے ذہن میں پہلے وہ بات آجاتی جو بعد میں آئی تو میں قربانی کا جانور اپنے ساتھ نہ لاتا اور اپنے احرام کو عمرہ کہ احرام بنالیتا۔ تم ایسا کرو کہ جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں ہے وہ احرام ختم کردے اور اس کو عمرہ کا احرام بنالے۔ سراقہ بن مالکؓ نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! یہ حکم کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کیا جائے، صرف اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دو مرتبہ فرمایا کہ عمرہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حج میں داخل ہو گیا ہے۔

یوم الترویہ (۸؍ذی الحجہ) آیا تو (جن لوگوں نے احرام کھول لیا تھا) انھوں نے حج کا احرام باندھا اور منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر منیٰ تشریف لے گئے۔ وہاں آپؐ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر پانچوں نمازیں پڑھیں۔ فجر کے بعد منیٰ میں کچھ دیر ٹھہرے۔ جب سورج نکل آیا تو عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ کی ہدایت کے مطابق وادی نمرہ میں خیمہ لگایا گیا۔ قریش کو یقین تھا کہ آپؐ مشعر حرام پر جا کر رک جائیں گے، اس سے آگے نہیں جائیں گے، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش کا دستور تھا۔ لیکن آپؐ اس سے آگے بڑھے اور میدان عرفات پہنچ گئے۔ آپؐ نے دیکھا کہ ہدایت کے مطابق خیمہ لگا دیا گیا ہے۔ آپؐ نے اس میں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھل گیا تو آپؐ نے حکم دیا کہ قصواء پر کجاوہ کس دیا جائے۔ آپؐ اس پر سوار ہوئے اور وادی کے درمیان تشریف لائے اور لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''لوگو! تمھاری جانیں اور تمھارے مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمھارا یہ دن اس شہر اور اس مہینہ میں قابلِ احترام ہے۔ میں دور جاہلیت کے تمام دستور اور رسم و رواج اپنے قدموں کے نیچے پامال اور دفن کرتا ہوں۔ جاہلیت کے تمام خون بھی معاف ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے ایک فرد ربیعہ بن حارث کے خون کی معافی کا اعلان کرتا ہوں، جو بنی سعد کے ایک گھر میں دودھ پینے کے لیے رہتے تھے اور ان کو قبیلہ ہذیل کے آدمیوں نے قتل کر دیا تھا۔ زمانۂ جاہلیت کے تمام سودی مطالبات کالعدم ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے ایک شخص عباسؓ بن عبدالمطلب کے سودی قرضوں کی معافی کا اعلان کرتا ہوں۔

لوگو! عورتوں کے حقوق کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تم نے اللہ کی امانت کے طور پر ان کو اپنے نکاح میں لیا ہے اور اللہ کے قانون ہی نے انھیں تمھاری جائز بیویاں بنائی ہیں۔ ان پر تمھارا یہ حق ہے کہ جس شخص کا گھر میں آنا اور ان کا بیٹھنا تم کو پسند نہ ہو وہ اس کو آنے نہ دیں۔ اگر وہ یہ غلطی کریں تو ان کی اصلاح کے لیے تم ہلکی سزا دے سکتے ہو۔ تم پر عورتوں کا یہ حق ہے کہ تم دستور اور اپنی حیثیت کے مطابق ان کو خوراک اور لباس فراہم کرو۔ میں تمھیں راہِ ہدایت پر قائم رہنے کے لیے ایک ایسی چیز دے کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کے دامن کو مضبوطی سے تھام لوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ چیز اللہ کی کتاب ہے۔

لوگو! قیامت کے دن تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا (کہ میں نے اللہ کا دین اور اس کی دعوت تم لوگوں تک پہنچائی یا نہیں) بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ہم گواہی دیں گے کہ آپؐ نے اللہ کا دین اور اس کی دعوت ہم تک پہنچا دی۔ ہماری تعلیم و تربیت کا حق ادا کر دیا اور ہماری نصیحت و خیر خواہی کے لیے ہر وقت فکر مند رہے۔ آپؐ نے یہ سن کر آسمان کی طرف شہادت کی انگلی اٹھائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہ کہ میں نے تیرے دین کا پیغام تیرے بندوں تک پہنچا دیا اور حق رسالت ادا کر دیا۔'' اس کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان دی، پھر اقامت کہی۔ آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت بلالؓ نے اقامت کہی اور آپؐ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی (نفل یا سنت) نماز نہیں پڑھی۔ (نماز ظہر وعصر سے فارغ ہوکر) آپؐ ناقہ پر سوار ہوئے اور اس جگہ تشریف لائے جہاں وقوف کرنا تھا۔ اپنی سواری قصواء کا رخ چٹانوں کی طرف کر دیا، پیدل لوگوں کا مجمع سامنے تھا، آپؐ قبلہ رو ہو گئے۔ سورج غروب ہونے تک اسی طرح وقوف فرمایا۔ جب زردی ختم ہو گئی اور سورج غروب ہو گیا تو اسامہؓ بن زید کو اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور (مزدلفہ کے لیے روانہ ہو گئے، آپؐ نے اونٹنی کی لگام کھینچ رکھی تھی، یہاں تک کہ اس کا سر کجاوے سے لگ گیا تھا۔ آپؐ سیدھے ہاتھ سے اشارہ کرکے فرما رہے تھے کہ لوگو! اطمینان و سکون سے چلو، ریت کا کوئی ٹیلا آجاتا تو لگام ذرا ڈھیلی چھوڑ دیتے تاکہ وہ چڑھ سکے۔ مزدلفہ پہنچ کر آپؐ نے مغرب و عشاء کی دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھیں۔ ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی سنت یا نفل نماز نہیں پڑھی۔ اس کے بعد آپؐ لیٹ گئے۔ فجر طلوع ہوتے ہی اذان و اقامت کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔ اس کے بعد قصواء پر سوار ہو کر مشعر حرام کے پاس تشریف لے گئے۔ قبلہ رو کھڑے ہو کر اور دعا، تکبیر و تہلیل اور توحید کے ذکر میں مشغول رہے۔ جب روشنی خوب پھیل گئی تو سورج نکلنے سے کچھ پہلے منیٰ کے لیے روانہ ہوئے۔ اس بار آپؐ نے فضلؓ بن عباس کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

جب آپؐ وادی محسّر کے درمیان پہنچے تو اونٹنی کی رفتار تیز کر دی اور وہ درمیانی راستہ اختیار کیا جو بڑے جمرہ کی طرف نکلتا ہے۔ آپؐ اس کے قریب گئے، جمرہ کو سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری پھینکتے وقت آپ اللہ اکبر کہتے تھے۔ یہ ٹھیکریوں کی طرح چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں۔ آپؐ نے وادی کے نشیب میں کھڑے ہو کر کنکریاں ماریں۔ اس سے فارغ ہو کر قربان گاہ تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے 63 اونٹ نحر (ذبح) کیے۔ باقی اونٹ حضرت علیؓ کے حوالہ کر دیے۔ ان سب کی قربانی انھوں نے کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنی قربانی میں شریک کیا۔ آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ ہر اونٹ کے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا جائے، ان سب کو ایک دیگ میں ڈال کر پکایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ نے یہ گوشت کھایا اور اس کا شوربا پیا۔ اس کے بعد آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر بیت اللہ گئے اور طواف افاضہ کیا۔ آپؐ نے نماز ظہر مکہ معظمہ میں پڑھی۔ اس سے فارغ ہو کر بنی عبدالمطلب کے پاس آئے، وہ لوگوں کو آبِ زم زم پلا رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اے بنی عبدالمطلب پانی نکال کر لوگوں کو پلاؤ۔ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غلبہ پا کر تم سے یہ خدمت چھین لیں گے تو میں تمھارے ساتھ پانی نکالتا۔ ان لوگوں نے آبِ زم زم کا ایک ڈول بھر کر آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؐ نے اس میں سے نوش فرمایا۔ (مسلم)

فکرِ آخرت

کوئی تدبیر ہے تو بتلادے
موت کا وار جس سے ٹل جائے

ہر کوئی آج ہی سنبھل جائے
اس سے پہلے کہ عمر ڈھل جائے

دور بچوں کو رکھ موبائل سے
ان کا بچپن نہ یہ نگل جائے

زندگانی ہے برف کے جیسی
جانے کب پوری یہ پگھل جائے

وقت گذرا ہوا نہ لوٹے گا
رائگاں ایک بھی نہ پل جائے

اس قدر گم نہ ہو موبائل میں
غفلتوں میں نہ دم نکل جائے

شعر گوئی سے روزِ محشر میں
کاش حیدؔر کا کام چل جائے

موت کا وقت طے ہے پہلے سے
غیر ممکن ہے وہ بدل جائے

اشتیاق حیدر قاسمی بستی پوری
خادم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

Scanned with CamScanner

ہجرت کا پیغام.....

عامر کلام

ماہ محرم الحرام سے ہمارے ہجری تقویم کا آغاز ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے عظیم الشان واقعے سے منسوب کر کے اس کا نام،، ہجری تقویم،، رکھا گیا ہے۔

جیسے ہی سن کا آغاز ہوتا ہے تو عموماً ہمارا ذہن واقعہ کربلا اور شہادت حسین رضی اللہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے کیونکہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین کی شہادت کا یہ واقعہ ماہ محرم میں پیش آیا تھا اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے کہ حق کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے، یہاں تک کہ اپنی جان عزیز کو پیش کر دینے کا یہ واقعہ پوری تاریخ انسانی کا ایک یادگار واقعہ ہے، لیکن سن ہجری کی ابتدا میں ہمیں اس موضوع پر بھی سوچنے کی ضرورت ہے کہ ہجرت کیا ہے؟ ہجرت کیوں واقع ہوئی ؟ اس کا پیغام کیا ہے؟
تو آیئے ہم جانیں کہ ہجرت کیا ہے، ہجرت کے معنی لغت میں چھوڑنے کے ہیں لیکن اسلامی تاریخ میں ہجرت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کو کہا جاتا ہے تیرہ سال تک اہل مکہ کو دعوت دینے، ان کی طرف سے پیش آنے والی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے بعد عبادت اور اشاعت دین کے لئے ایک پرامن جگہ کی تلاش میں اپنا حقیقی وطن، گھر بار چھوڑنے کا نام ہجرت ہے، اللہ کے بندوں کو دوزخ سے بچانے کی فکر انکی خیر خواہی و ہمدردی میں دین کو برتر رکھنے اور دیکھنے کے آرزو میں اپنا وطن عزیز چھوڑنے کا نام ہجرت ہے۔
اللہ کے پیارے نبی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں مسلسل تیرہ سال تک دل سوزی، دردمندی اور جذبہ ہمدردی کے ساتھ دعوتی کام جاری رکھا لیکن وہاں کے باشندوں نے نہ صرف یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ اس کی مخالفت کی، آپ کے صحابہ کرام کو طرح طرح کی اذیتوں کا نشانہ بنایا اور خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی، حالات ایسے پیچیدہ ہو گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مکہ میں مزید قیام ممکن نہ رہا اور دعوت اسلام کے تمام راستے بھی مسدود ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خدا مدینہ منورہ جانے کا عزم مصمم کر لیا، ربیع الاول کے مہینے میں اس تاریخی سفر نے اہل مدینہ کو ایک نئی صبح کی بشارت دی اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیامت تک آنے والے انسانوں کو یہ پیغام دیا کہ دنیا کو کفر و شرک سے نکالنے، ایمان کی طرف راغب کرنے کے لیے اور انسانیت کو عظمت کا مقام دلانے کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دی جاسکتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو پیغام دیا کہ ''دعوت امت کا اہم ترین فریضہ ہے اور اس کے لیے اعزہ، وطن اور جان و مال ہر چیز کو قربان کیا جاسکتا ہے۔
لہٰذا ہمیں چاہیے کی ہجرت سے ملنے والے جاں بخش پیغام کو اپنا رہنما بنا کر زندگی کا سفر طے کریں، کاش ہجرت کی ہر نئی آنے والی تاریخ کے پیغام پر غور و خوض کرتے، اس پر سر دھنتے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے اور خیر القرون کی طرح ملکی سیاسی اور دعوتی فتوحات کا خواب دیکھنے والوں کی تاریخ دعوت اسلام کی راہ میں سب کچھ قربان کر دینے سے شروع ہوتی ہے

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا تم نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

زمانہ شناس علماء کیسے تیار ہوں گے؟؟

ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی

مدارس اسلامیہ کے نصاب میں جب بھی کسی تبدیلی کی بات اٹھتی ہے تو فوراً ایک بڑے حلقہ کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ مدارس کے نصاب و نظام میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ مدارس سے انجینئر، ڈاکٹر اور سائنس داں پیدا کرنا مقصود نہیں بلکہ عالم دین پیدا کرنا مقصود ہیں۔ تاہم یہ دلیل جو اکثر دہرائی جاتی ہے ایک ادھوری سچائی ہے، مدارس سے انجینئر، ڈاکٹر اور سائنس داں نہ پیدا ہوں مگر ایسے عالم دین تو لازماً پیدا ہونے چاہیے جو عصر حاضر کے مطالبات چیلنجوں، سوالوں اور تقاضوں کا ادراک رکھتے ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سوشل سائنسز اور خود نیچرل سائنسز کی مبادیات کو جانے بغیر کسی مہذب معاشرہ میں جینے کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے مگر ہمارے مدارس اب تک مصر ہیں کہ وہ ان کی مبادیات تک کو اپنے کورس میں جگہ نہیں دیں گے۔ دوسرے آج نئی ٹیکنالوجی اور جدید سائنس مذہبیات کے سامنے وہ مسائل پیدا کر رہی ہے جو ماضی کے بزرگوں کے حاشیہ خیال میں بھی نہ آئے ہوں گے۔ مثلاً جرمنی میں Robotic Priest کے تجربہ نے یہ امکان پیدا کر دیا ہے کہ مذہبی اور دینی عبادات اور رسموں کی ادائیگی روبوٹ انجام دیں۔ جاپان میں مردوں کی آخری رسومات ادا کرنے کے لیے روبوٹ کو استعمال کیا جارہا ہے۔ گلوبلائزیشن کے اس بے مہار دور میں وہ دن بھی دور نہیں جب مسلمان میتوں کی رسومات بھی روبوٹ انجام دیا کریں گے؟ ان کا شرعی حکم کیا ہوگا؟
اب روبوٹ صرف مشینی آلات تک محدود نہیں رہ گئے ہیں کہ جن کی پروگرامنگ پوری طرح انسان کے ہاتھ میں ہو اور وہ ریموٹ سے کنٹرول ہوتے ہوں۔ سائنس داں ایسے تجربات کر رہے ہیں کہ روبوٹ میں بھی انسانوں جیسے شعور، جذبات وعواطف پیدا کر دیے جائیں۔ مستقبل کی دنیا میں انسان ان روبوٹوں کا سامنا کریں گے جو انسانوں کی طرح ہی جیتے جاگتے اور احساس وشعور رکھتے ہوں گے۔ یہ روبوٹ کیا نفس انسانی کہلائیں گے؟ کیا یہ شرعی احکام کے مکلف ہوں گے؟ کیا ان کے بھی ہم انسانوں جیسے حقوق ہوں گے؟ مستقبل میں مذہبیات کے عالموں اور ان جیسے اور بہت سے سوالوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور یہ ایسی چیز ہے کہ جس کو پرانے فقہی متون اور فتاویٰ سے حل نہیں کیا جاسکے گا۔ تو یہ وہ چیزیں ہیں جو انسان کے سامنے اور خاص ہماری روایتی فقہ کے سامنے زبردست چیلنج لے کر آرہی ہے۔ کیا ہم اس چیلنج کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں؟ کیا ہم اس کے لیے کچھ تیاری کر رہے ہیں؟ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہ کیا ہم اس چیلنج کو جانتے بھی ہیں؟ اس کی خطرناکی کا کوئی ادراک بھی ہمیں ہے؟
تعلیم کا مقصد انسان کی شخصیت کا ہمہ جہتی ارتقاء ہوتا ہے۔ جہاں وہ اس کے لیے معاشی امکانات کے راستے کھولتی ہے، وہیں اس کو اخلاقی وروحانی سطح پر بھی اونچا اٹھانا چاہیے۔ اس حوالہ سے معاصر سیکولر تعلیم و تربیت کوئی اچھا کردار ادا نہیں کر رہی ہے۔ وہ بالعموم اپنے طلبہ کو حیوان کا سب بنا کر چھوڑ دیتی ہے اور کلرک کی ذہنیت پیدا کرتی ہے۔ جبکہ دینی روایتی تعلیم مذہبی واخلاقی حس تو دیتی ہے مگر معاش وغیرہ کے میدان میں ان کو کوئی خاص امکان نہیں دے پاتی ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی کہ روایتی اور عصری دونوں کے امتزاج سے ایک نیا نظام تعلیم ڈیولپ کیا جائے جو اپنے فارغین کو معاشی مہارت بھی دے، اخلاقی تربیت بھی دے سکے اور بنی نوع انسان کے تئیں ایک ذمہ داری کا احساس بھی ان میں پیدا کر سکے۔

(**بقیہ صفحہ: کتابوں کی دنیا**) اور وہ معاصر کے مستقل قلم کار کے طور پر ہمارے سامنے آتے ہیں، انتخاب کا یقیناً پورا حق مصنف کو حاصل ہوتا ہے اور ہونا چاہیے، لیکن جن کو چھوڑ دیا گیا اور جن کو لے لیا گیا، اس کی وجہ ترجیح بھی ذکر کر دینی چاہیے تاکہ قاری مصنف پر ایک خاص زاویہ نظر کا الزام لگا کر بدگمانی کا شکار نہ ہو۔ اس کتاب کا مقدمہ بڑا وقیع ہے، لیکن یہ معاصر کے توضیحی اشاریے میں پہلے چھپ چکا ہے، اس مقدمہ میں ڈاکٹر محمد نور اسلام صاحب نے معاصر کے مالہ وما علیہ کو تفصیل سے ذکر کیا ہے، اس میں تحقیق بھی ہے اور معاصر کے حوالہ سے احوال واقعی بھی، مصنف نے اس مقدمہ میں اردو میں اشاریوں کی کمی کا شکوہ کیا ہے اور چند رسائل کے اشاریہ کا ذکر کر کے لکھا ہے:
''یہ ہے اردو میں اشاریوں کی کل کائنات، انہیں کسی بھی طرح کافی وشافی نہیں کہا جاسکتا، ضرورت اس بات کی ہے کہ مزید رسالوں کے اشاریے تیار کیے جائیں۔
ڈاکٹر محمد نور اسلام صاحب کو یہ جان کر خوشگوار حیرت ہوگی کہ جس زمانہ میں وہ معاصر کے توضیحی اشاریے کی ترتیب کا کام کر رہے تھے، اسی زمانہ میں تہذیب الاخلاق کے دو اشاریے مزید مرتب ہو چکے تھے، ایک اشاریہ تو ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری کا مرتب کردہ ہے اور جس کا ذکر مؤلف نے اس کتاب میں کیا بھی ہے، اس کے علاوہ اس رسالہ کا دوسرا اشاریہ ۱۹۹۱ء میں آفتاب عالم نے ترتیب دیا تھا، یہ ڈاکٹر ضیاء الدین کے اشاریہ 1870 کے بعد کا ہے اور 1876 تک کے شماروں کو اشاریے میں لیا گیا ہے، تیسرا اشاریہ فرح تبسم نے 1997 میں ترتیب دیا ہے جو 1879 سے 1894 تک کے شماروں پر مشتمل ہے۔
اسی طرح معارف کے اشاریے کی طباعت بھی ہو چکی ہے۔ 1916 سے 1970 تک کے معارف کا اشاریہ ڈاکٹر عابد رضا بیدار کے دور میں خدا بخش خاں اورنٹیل پبلک لائبریری سے شائع ہوا تھا، معارف کا دوسرا اشاریہ محمد سہیل شفیق پاکستان کا مرتب کردہ ہے جو 1916 سے 2005 تک کے شماروں پر مشتمل ہے، معارف کا تیسرا اشاریہ ڈاکٹر جمشید احمد ندوی کا مرتب کردہ ہے، جس میں 1916 سے 2011 تک کے شمارے کا احاطہ کیا گیا ہے، اسی طرح سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد کا اشاریہ جولائی 1963 سے جون 1978 کل پندرہ جلدوں کا اشاریہ احمد خان اور 1978 سے جون 1993 کا اشاریہ شیر نوروز خان نے مرتب کر دیا ہے، ماہنامہ محدث لاہور کا اشاریہ 1970 تا 2011، سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڈھ 1982 سے 2006 تک پچیس برسوں کا اشاریہ سلیقہ سے مرتب کیا جاچکا ہے۔ معیار، سچ، صدق جدید، بیسویں صدی اور نگار وغیرہ کے اشاریے بھی زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ یہ اشاریوں کی پوری فہرست نہیں ہے، یہاں نہ اس کی ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش۔
ڈاکٹر محمد نور اسلام کو اشاریہ مرتب کرنے کا تجربہ حاصل ہے، اگر وہ توجہ دیدیں تو امارت شرعیہ کے ترجمان، امارت اور نقیب کا بھی اشاریہ سامنے آجائے تو بعید نہیں۔
ڈاکٹر نور اسلام کی تحریری زبان صاف اور شستہ ہے، وہ اردو نثر میں سرسید اسکول کی نمائندگی کرتے ہیں، اس لیے ان کی تحریر میں سادگی کے ساتھ ژولیدگی اور تعقید لفظی ومعنوی سے پاک ادبی نمونے ملتے ہیں، ان کی تحریروں میں صنائع وبدائع کا استعمال کم ہوتا ہے،''آمد'' کے ساتھ لکھتے ہیں''آورد'' کا گذر ان کی تحریروں میں نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے معنی ومفہوم کی ترسیل میں آسانی ہوتی ہے۔ قاری کو کسی الفاظ کے معنی کی تلاش کے لیے لغت کی ورق گردانی پر مجبور نہیں ہونا پڑتا، میں اس اہم کتاب کی اشاعت پر مؤلف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، اور امید رکھتا ہوں کہ ان کا قلم اسی طرح گہربار رہے گا۔

Scanned with CamScanner

سماج کے کمزور طبقات کیلئے فاصلاتی تعلیم کی ضرورت واہمیت

ڈاکٹر مرضیہ عارف (بھوپال)

ہندوستان کا محکمہ تعلیم دنیا کا دوسرا بڑا اور ہمہ گیر تعلیمی نظام ہے جس کے تحت ۲۰ کروڑ سے زیادہ اسکول کام کرر ہے ہیں اور کوئی ۱۸ لاکھ بستیاں ہیں، جہاں ایک کلومیٹر کے فاصلے پر پرائمری اسکول قائم ہیں اور اُن سے ہر سال لاکھوں شہری تعلیم یافتہ بن رہے ہیں مگر یہ تصویر کا ایک رُخ ہے، دوسرا رُخ ہمیں بتاتا ہے کہ پہلی کلاس میں داخلہ لینے والے ہر تین بچوں میں سے دو بچے آٹھویں کلاس تک پہنچتے ہی اپنی تعلیم ترک کردیتے ہیں اور بعض بچّے دوسرے کلاس میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسکول چھوڑ جاتے ہیں، اقوامِ متحدہ کے ادارے یونیسیف کی رپورٹ کے مطابق ۲۱ ویں صدی میں داخلہ کے وقت ہندوستانی قوم کی ۳۰ فیصد تعداد ناخواندہ تھی اور اس ناخواندہ آبادی کا دوتہائی حصّہ عورتوں پر مشتمل تھا، کیونکہ پرائمری اسکول میں داخلہ لینے والے ہر تین بچوں میں سے صرف ایک بچی ہوتی ہے، اِس کا مطلب یہ ہوا کہ والدین عموماً لڑکیوں کی تعلیم کو اہمیت نہیں دیتے اور اسکول میں داخلہ لینے والی لڑکیاں عام طور سے چند کلاسوں کے بعد تعلیم کا سلسلہ ختم کردیتی ہیں، اسکولوں میں جانے والے طلباء کی تعداد اب بڑھتے بڑھتے ساڑھے چار کروڑ ضرور ہوگئی، لیکن تشویشناک پہلو یہ ہے کہ اِتنے ہی بچے آج اسکولوں سے باہر ہیں، یہ ہمارے تعلیمی نظام کے لئے ایک سنجیدہ مسئلہ ہے اور اُس سے بھی زیادہ فکر کی بات یہ ہے کہ قومی تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے میں اب تک گہری غفلت برتی گئی ہے، ریاست کیرالہ جو پورے ملک میں خواندگی کے لحاظ سے سب سے آگے ہے وہاں بھی تعلیمی معیار قابلِ اطمینان نہیں ہے۔ درسی کتابوں کی ترتیب واشاعت پر کروڑہا روپے سالانہ خرچ کئے جارہے ہیں، اِس کے باوجود تعلیم کے مقصد کی تکمیل نہیں ہورہی ہے بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ملک میں تعلیمی سہولتوں کی قابلِ لحاظ توسیع کے باوجود ''سب کے لئے تعلیم'' کا مقصد اب تک ایک خواب ہے، دیہی اور شہری علاقوں کی آبادی کے ایک بڑے طبقے کو بنیادی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کی سہولتیں میسر نہیں اور جو کچھ ہیں وہ بھی طلباء کی روز افزوں تعداد کے لحاظ سے کافی کم ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ملک میں روایتی تعلیم کے موجودہ نظام کے تحت آبادی کے صرف ۱۵ فیصد حصہ کو ہی تعلیمی سہولتیں دستیاب ہیں، یونیورسٹیوں کو میسر وسائل کی غیر معمولی قلت کی وجہ سے مسائل مزید پیچیدہ ہوگئے ہیں، تعلیم کے خواہشمندوں کی تعداد اور تعلیمی سہولتوں کی کمی سے مختلف بدعنوانیاں پنپ رہی ہیں۔ رشوت، سفارش اور سیاسی دباؤ نے کمزور طلباء کے لئے روایتی طریقہ تعلیم حاصل کرنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور بنادیا ہے اور اِسی لئے تعلیم کے ایک ایسے متبادل نظام کی ضرورت محسوس ہورہی ہے جو تمام لوگوں کو تعلیم یافتہ بناسکے، وہ ہے غیر رسمی تعلیم جس کو مراسلاتی تعلیم، ہوم اسٹڈی (گھر پر تعلیم)، آزاد تعلیم، اُوپن لرننگ، ایکسٹرنل اِسٹڈی وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ اِس نظام تعلیم کا تعلق ان تمام تعلیمی پروگراموں سے ہے جو ایک اسکول یا کالج کے طالب علم کو امتحان میں شرکت کرنے کا اہل بناتا ہے، نیز تعلیمی اداروں کے باقاعدہ کلاسوں میں شامل ہوئے بغیر اُن میں تعلیم کی لیاقت پیدا کرتا ہے، اِس کے علاوہ غیر رسمی تعلیم کے طلباء کو مضامین کے انتخاب اور اُن کے مطالعہ کے لئے مواقع بھی فراہم کرتا ہے۔

مراسلاتی نصاب یعنی (ڈسٹنس ایجوکیشن) کے ذریعہ حاصل کی جانے والی تعلیم کے بارے میں عام طور پر یہ تصور پایا جاتا ہے کہ وہ معیاری نہیں ہوتی یا پرائیویٹ طلباء علم کے حصول میں سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کرتے، لیکن دنیا میں اور ہمارے ملک میں جس تیزی کے ساتھ اِس طریقہ تعلیم کو فروغ حاصل ہورہا ہے اس کو دیکھتے ہوئے اب اس بارے میں لوگوں کے شکوک وشبہات ختم ہورہے ہیں، سرکار کی طرف سے بھی یہ یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ طلباء فاصلاتی نصاب کے ذریعہ جو تعلیم حاصل کررہے ہیں وہ معیاری ہے جبکہ یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کا تو یہ کہنا ہے کہ رسمی تعلیم کے مساوی فاصلاتی تعلیم کی اسناد کو وزن ومقام حاصل ہے، فاصلاتی تعلیم کا آغاز آج سے ایک سو اسّی سال پہلے ۱۸۴۰ء میں اسحاق پٹ مین کے شارٹ ہینڈ کورسیز سے ہوا تھا، لیکن غیر رسمی تعلیم کے میدان میں اِس کا عام رواج ۱۸۶۹ء کے دوران انگلینڈ میں ملٹن کینز میں اوپن یونیورسٹی کے قیام کے بعد ہوا اور آج پوری دنیا میں اِس غیر رسمی تعلیم کے ۷۸۰ ادارے کام کررہے ہیں جن میں ڈھائی کروڑ طلباء کا رجسٹریشن ہے۔ ہندوستان میں یہ تعلیمی نظام سب سے پہلے ۱۹۶۲ء میں دہلی یونیورسٹی سے شروع ہوا، ڈاکٹر ڈی ایس کوٹھاری کی زیرِ صدارت قائم کئے گئے تعلیمی کمیشن (۱۹۶۴-۶۶) کی سفارشات پر پنجاب، میرٹھ اور میسور میں مراسلاتی تعلیم کے مراکز قائم ہوئے۔ اِس سلسلہ کی اہم پیش رفت ۱۹۸۲ء میں حیدرآباد کی آندھرا اوپن یونیورسٹی کے قیام کی صورت میں ہوئی، اِس کے بعد ۱۹۸۵ء میں اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی (اگنو) ۱۹۸۷ء میں کوٹہ اوپن یونیورسٹی، ۱۹۹۲ء میں مدھیہ پردیش کی بھوج اوپن یونیورسٹی اور مولانا آزاد نیشنل اُردو نیورسٹی ۲۰۰۲ء کے لیے ترغیب ملی آج ملک کی ۵۰ یونیورسٹیاں غیر رسمی تعلیم کا پروگرام چلارہی ہیں جن میں برکت اللہ یونیورسٹی بھوپال شامل ہے، اِس کا شعبہ فاصلاتی نصاب ۱۹۷۵ء سے مختلف کورسوں کا امتحان لے رہا ہے اور اب تک دس لاکھ طلباء یہاں سے مختلف کورسوں میں داخلے لے چکے ہیں اور فارغ ہوکر سرگرم زندگی میں مؤثر رول ادا کررہے ہیں۔ فی الوقت بی اے بی کام، ایم اے، لائبریری سائنس، مینجمنٹ کے کورسیز اور ڈپلوما سائیکلو لاجی کونسلنگ پر مشتمل کورسیز یہاں چل رہے ہیں۔ آج ملک کی چودہ کھلی (اُوپن) یونیورسٹیاں صرف فاصلاتی تعلیم کے لئے مخصوص ہیں، جن میں اِگنو کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور یہ بین الاقوامی سطح کی یونیورسٹی بن گئی ہے۔

دیگر اُوپن یونیورسٹیاں اگنو کے نقشِ قدم پر چل رہی ہیں اور اگر یہ دعویٰ کیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ اگنو آج دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی شمار ہوتی ہے۔ جس میں ۲۵۰ تعلیمی پروگرام چل رہے ہیں اور سب کا اپنا ایک مقام ہے، اِس کے ماتحت ۳۶ تعلیمی مرکز سرگرم عمل ہیں، جن کی ڈگریاں، ڈپلوما اور سرٹیفکٹ اے آئی یو کی تمام ممبران یونیورسٹیوں کے ذریعہ منظور شدہ ہیں۔

جہاں تک فاصلاتی تعلیم میں اُردو کی نمائندگی کا سوال ہے تو جامعہ اردو علی گڑھ کو اس میں اولیت حاصل ہے۔ اس کے ادیب، ادیب ماہر اور ادیب کامل کے امتحانات عرصہ دراز تک بہت مقبول رہے۔ دوسری طرف ملک میں گریجویشن اور پوسٹ گریجویشن کی سطح پر تقریباً ۲۰ یونیورسٹیوں میں اُردو زبان وادب کی تدریس دو طریقوں سے ہورہی ہے، ایک تو یہ کہ طلباء اردو کو بطور ذریعہ تعلیم (میڈیم) کے اختیار کئے ہوئے ہیں یا پھر اُردو کو ایک مضمون کے طور پر پڑھ رہے ہیں، لیکن ایسے طلباء میں بیشتر اردو کو روزگار سے مربوط زبان نہیں مانتے اور اُنہیں یہ خوف دامن گیر رہتا ہے کہ اُردو میڈیم سے ڈگری کے حصول کے بعد روزگار ملے گا یا وہ نااہل مانے جائیں گے۔

اِس نفسیاتی تذبذب کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اُردو میں ایسے فنّی اور پیشہ وارانہ کورسیز شروع کیے جائیں، جن سے طلباء کو روزگار کے حصول میں آسانی ہو۔ اِس تعلق سے جب ہم مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی حیدرآباد پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ اندھیری رات میں روشن مینارہ کی طرح نظر آتی ہے، یہ ہندوستان کی پہلی قومی اُردو یونیورسٹی ہے، جسے روایتی اور فاصلاتی دونوں طریقہ تعلیم کا اختیار دیا گیا ہے اور اِس کے ذریعہ جہاں جدید علوم وفنون کی تعلیم کا منضبط نظام چلایا جارہا ہے، وہیں اِس کے وسیلہ سے طلباء کی بڑی تعداد گھر بیٹھے ڈگری یافتہ بن رہی ہے، خاص طور پر پیشہ ورانہ اور تکنیکی تعلیم سے لیس ہوکر وہ روزگار کے حصول کی دوڑ میں شامل ہورہی ہے۔ تغیر پذیر معاشرہ میں تبدیلی کی یہ لہر اور تیز ہوگی، گلوبلائزیشن کے موجودہ دور میں جیسے جیسے نوکریوں کا دائرہ محدود ہورہا ہے یا ریزرویشن کو بوجھ مانا جارہا ہے تو مادری زبان میں تعلیم پانے والوں کا مستقبل تابناک نظر آرہا ہے۔

یہ حقیقت بھی ذہن میں رہے کہ آج ہندوستان میں فاصلاتی تعلیم کا نیٹ ورک اتنا وسیع ہوگیا ہے کہ اِس نظام کے اداروں سے استفادہ کرنے والے طلباء کی تعداد پچاس لاکھ کے قریب پہنچ گئی ہے، جو اعلیٰ تعلیم سے داخل طلباء کا ۱۹ء۳۰ فیصد ہے، جو طلباء فاصلاتی نظام تعلیم کے ذریعہ اعلیٰ تعلیم حاصل کررہے ہیں، وہ اُن طلباء سے زیادہ متحرک ہیں، جو کالجوں میں ریگولر کورسیز سے روایتی تعلیم پارہے ہیں، اِس لئے ترقی یافتہ ممالک میں اُنہیں زیادہ قدر وقیمت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے کیونکہ یہ نظام تعلیم پسماندہ طبقہ کو اوپر اٹھانے میں لگا ہوا ہے، لہٰذا اِس کا رول اہم ہے، اِس پر جو لاگت آتی ہے، وہ روایتی تعلیم کے مقابلہ میں نصف سے بھی کم ہے اور اِس سے استفادہ کرکے لڑکیاں اور عمر رسیدہ خواتین سماج کے مختلف شعبوں میں پیش رفت کرسکتی ہیں جیسا کہ قومی تعلیمی پالیسی کے بارے میں سرکاری رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ موجودہ صورتِ حال میں حکومت اپنی آبادی کے نصف حصّہ کے لئے جس میں دو تہائی لڑکیاں شامل ہیں، تعلیم کا موثر نظم نہیں کرسکتی، اِس لئے مذکورہ غیر رسمی تعلیم کے بندوبست سے تعلیمِ نسواں کی اِس کمی کو دور کیا جاسکتا ہے۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱۸۹۸/۷۴/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ اسلامیہ بتیا، مغربی چمپارن)

وحیدہ خاتون بنت عین الدین انصاری مرحوم، مقام بہاوت ٹولی وارڈ نمبر ۲۴، پوسٹ بتیا، ضلع مغربی چمپارن۔ فریق اول

بنام

صدام حسین ولد مبین انصاری، مقام کالیباغ وارڈ نمبر ۰۱، پوسٹ بتیا، ضلع مغربی چمپارن۔۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف عرصہ نو (۹) سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ وحقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ اسلامیہ بتیا، مغربی چمپارن میں فسخ نکاح کا معاملہ درج کیا ہے۔ لہٰذا اخبار نقیب کے اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۲۰ر جولائی ۲۰۲۴ء مطابق ۱۳ر محرم الحرام ۱۴۴۶ھ روز سنیچر کو خود مع گواہان وثبوت بوقت نو بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱۱۸۰/۱۵/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ نزد مسجد رضوان مادھوپاڑہ، ضلع پورنیہ)

بی بی لاکھو خاتون بنت محمد مرسلین مقام لوہجر ڈاکخانہ سہراتھانہ کے نگر ضلع پورنیہ۔۔۔۔۔۔۔ فریق اول

بنام

محمد گلفراز شاہ ولد محمد یوسف شاہ شیام ٹولہ چونسہ ڈاکخانہ وتھانہ چونسہ ضلع مدھے پورہ۔۔۔۔۔۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ نزد مسجد رضوان مادھوپاڑہ، پورنیہ میں عرصہ تین چار سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے۔ اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۸ر محرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۵ر جولائی ۲۰۲۴ء روز سموار بوقت ۹ر بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت دارالقضاء امارت شرعیہ نزد مسجد رضوان مادھوپارہ پورنیہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ھذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت پورنیہ

Scanned with CamScanner

طب وسائنس

بینائی کم ہونے کی وجوہات اور اس کا علاج

آنکھ کے اندر کی بناوٹ ناریل کی طرح تین سطح کی ہوتی ہے، ناریل مین اندر گودا تو کافی موٹا ہوتا ہے، مگر آنکھ میں جھلی نما ہوتا ہے، جسے شبکیہ (Retina) یا پردہ چشم کہتے ہیں۔ اس کے پیچھے بھورے رنگ کی پرت مشیمہ (Choroid) ہوتی ہے جس میں عروق کا جال بچھا ہوتا ہے، یعنی یہ شبکیہ کو غذائیت پہنچاتا ہے، اور اس سے باہری سخت سطح صلبیہ (Sclera) ہوتی ہے، سوراخ والی جگہ کو آپ Optic Canal سمجھیں۔ شبکیہ عصبی نوعیت کی ہوتی ہے جو پیلی اور شفاف ہوتی ہے، اس نحیف ونازک پرت میں بھی تقریبا دس پرتیں ہوتی ہیں، جو عصبی خلیات اور ان کے اتصال پر مشتمل ہوتی ہیں اور سب مل کر عصب بصری (Optic Nerve Haed) بناتی ہیں جو آنکھ کی پتلی کے اندر جھانکنے سے قرص بصر Optic Nerve) کی شکل میں دماغ کو جاتی ہے، یہ پورا اسٹرکچر نہایت ہی پیچیدہ ہوتا ہے۔ قرص بصری کے بہت قریب ماکولا (Macula) ہوتا ہے، جو ایک زرد رنگ کا دھبہ ہوتا ہے، جسے ''نقطہ اصفر'' کہتے ہیں۔ اس کے درمیان میں 'حفرہ سطی'' نامی ایک ننھا سا گڑھا ہوتا ہے، دراصل آنکھ دیکھنے کا ایک اہم عضو ہے۔ بصارت کے لیے ضروری ہے کہ عکس، قرینہ، عسہ، خلط مائی اور خلط زجاجیہ سے ہوتا ہوا شبکیہ پر پڑے اور شبکیہ کے اس حساس مقام یعنی نقطہ اصفر پر مرتکز ہو۔ تمام حصے گرچہ صحیح وسالم ہوں لیکن اس نقطہ اصفر یا ماکولا میں عیب پیدا ہونے سے بینائی میں نقص ہو جاتا ہے، جس مرض کا ذکر ہو رہا ہے وہ دراصل ''نقطہ اصفر'' کے اطراف میں انحطاط کی وجہ سے ہی پیدا ہوتا ہے جو ڈھلتی عمر میں پایا جاتا ہے، عموما ۶۰ سال کے بعد ہی یہ مرض نمودار ہوتا ہے، عالمی پیمانے پر بینائی ضائع ہونے کا ان دنوں یہ اہم ترین سبب ہے، ہندوستان میں کم سے کم 1.3 ملین اشخاص جن کی عمر ۵۰/سال سے زائد ہے اس مرض کے شکار ہیں، گرچہ اس مرض میں مکمل بصارت نہیں جاتی بلکہ نقص پیدا ہو جاتا ہے جو نہایت الجھن کا باعث ہے، اور سچی بات ہے کہ اس کا علاج خاطر خواہ ہے بھی نہیں اور نہ ہی یہ پہلی حالت میں لایا جا سکتا ہے، لیکن اگر ابتدا میں تشخیص ہو جائے تو مزید نقصان کے خطرے کو کم کیا جا سکتا ہے، عام طور پر اس کی علامات یہ ہیں۔

☆ سامنے رکھی شئے یا پڑھتے وقت کتاب یا اخبار کے صفحات پر کالے دھبے نظر آتے ہیں، یا روشن ماحول میں بیچ میں اندھیرا دکھائی دیتا ہے ☆ دھندیا لہراتی بینائی کا احساس ہوتا ہے ☆ کسی چیز پر نظر ٹھہراتے وقت بیچ میں چھوٹی چھوٹی سی جگہ دکھائی دیتی ہے جیسے آپ گراف پیپر پر نظر ڈالیں تو عمودی اور مسطح لائنیں بعض مقام پر ہموار نظر نہیں آتی ہیں، جیسے تار کی جالی بیچ سے غائب ہو گئی ہو یہی وجہ ہے کہ گاری چلاتے وقت بجلی یا فون کے کھمبے بیچ سے غائب نظر آتے ہیں ☆ روشن جگہ سے کم روشنی کی جگہ میں آنے پر طبعی حالت آنے میں دیر لگتی ہے ☆ بینائی میں بھی خاصی کمی آجاتی ہے ☆ رنگوں کی شناخت بھی متاثر ہوتی ہے ☆ مختلف اشیاء، کیڑے مکوڑے جیسی چیزوں کا اشتباہ بھی ہوتا ہے چونکہ ماکولا کے آس پاس ہی عیب ہے اس لیے بینائی مکمل نہیں جاتی؛ لیکن وسطی حصہ ہی متاثر ہوتا ہے لیکن ماکولا کے اطراف کا پردہ چشم طبعی حالت میں رہتا ہے۔

اقسام: عام طور پر ARMD کی دو قسمیں ہیں: خشک اور تر، ابتدا میں اکثر مریض اپنے مرض سے بے خبر ہوتے ہیں، جب بصارت میں کچھ عیب کا احساس ہوتا ہے جیسے چیزیں ٹیڑھی میڑھی دکھنے لگتی ہیں تو تشویش شروع ہو جاتی ہے۔ خط مستقیم خط منحنی میں تبدیل ہونے لگتا ہے اور رفتہ رفتہ بینائی میں کالے دھبے نظر آنے لگتے ہیں تو بے چینی بڑھنے لگتی ہے، لہذا جب اس طرح کے حالات پیدا ہوں تو فورا آنکھ کے ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے اور ہر دن نظر کی جانچ خود سے کرنا چاہیے۔ بصارت میں خرابی کی دیگر وجوہات بھی ہو سکتی ہیں، لہذا کسی ماہر سے پوری طرح تفصیلی معائنہ ضروری ہوتا ہے۔

اس بیماری کے اسباب اس کے نام سے ہی ظاہر ہیں یعنی عمر سے متعلق بینائی میں گراوٹ یا کمزوری، گرچہ یہ مرض ہر سن رسیدہ کو نہیں ہوا کرتا؛ بلکہ کچھ اور وجوہات ہیں جو ہمارے قابو میں نہیں، جیسے موروثی وجہ بھی ہو سکتی ہے، یعنی اگر خاندان کی جینس میں ہو تو اس کے امکانات بڑھ جاتے ہیں، اس کے علاوہ سگریٹ نوشی، غذا، بلڈ پریشر کی بیماریاں، جس پر انسان کا کنٹرول ہے اور اسے روکا جا سکتا ہے، سگریٹ نوشی چار گنا امکانات بڑھا دیتی ہیں، چونکہ خلیات میں آکسیجن نہیں پہنچ پاتی ہائی بلڈ پریشر مین بھی مناسب مقدار میں خلیات آکسیجن نہیں پاتا، اس کے علاوہ قلبی بیماری خون میں کولیسٹرول کی زیادتی، موٹاپا، سورج کی روشنی میں زیادہ وقت گزارنا، سورج سے الٹروائلٹ شعاؤں کا بھی اثر پڑتا ہے، کسی ماہر چشم کے تفصیلی معائنہ کے بعد ہی اس مرض کی تشخیص ہوتی ہے، جتنا جلد تشخیص ہوگی، علاج جلد شروع ہوگا، ماہر چشم Amsler Grid Test کا استعمال کرتے ہیں جو بہت سادہ ٹسٹ ہے، اس میں گراف پیپر کے بیچ ایک گہرا نقطہ بنا ہوتا ہے، مریض کو باری باری سے دونوں آنکھون کو الگ الگ اس نقطہ کو دیکھنا ہوتا ہے، نقطہ کے اطراف کھڑی اور پڑی لائنیں اگر ٹیڑھی نظر آتی ہیں تو مرض کی ابتدا ہو چکی ہے، اگر ماہرین کو شک ہوتا ہے تو ایک جدید ٹکنالوجی جسے OCT یعنی Optical Cohernce Test کہتے ہیں، اسے بھی کرانا ہوتا ہے جس میں پردہ چشم کی 3D فوٹو سے شناخت ہو سکتی ہے، اس کے علاوہ FFA بھی کی جاتی ہے جس سے رساؤ کا مقام پتہ چلتا ہے۔

علاج: یہ مرض یوں تو لاعلاج ہے لیکن اس کی شدت یا سرعت میں کمی لائی جا سکتی ہے، تاکہ بینائی، دیر تک قائم رہ سکے ☆ آنکھ کے اندر ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں جو عروق کے رساؤ کو روک سکتے ہیں۔ اکثر لوگوں کو فائدہ ہوا ہے مگر یہ انجکشن قیمتی ہے اور کئی کئی بار لگوانا پڑتا ہے ☆ لیزر سے غیر معمولی عروق کو تباہ کیا جاتا ہے تاکہ نئے عروق دوبارہ نہ بننے پائیں ☆ ماہرین چشم جسم کی کسی رگ میں دوا انجکٹ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آنکھ کے غیر معمولی عروق تک جب دوا پہنچتی ہے تو لیزر سے اس دوا کو متحرک کر کے غیر معمولی عروق کو نیست ونابود کر دیتے ہیں ☆ کھانے کے لیے جو دوائیں تجویز کی جاتی ہیں ان میں وٹامن سی اور ای بیٹا کیروٹین جستہ اور تانبا ہوتا ہے جو تیزی سے بڑھتے مرض کی سرعت کو روک یا کم کر سکتا ہے ☆ (۵) سرجری کا بھی تجربہ ہو رہا ہے مگر ہنوز کامیابی نہیں ملی ہے۔

محمد اسعد اللہ قاسمی

ہفتۂ رفتہ

راہل گاندھی نے اسپیکر کے ذریعہ ایمرجنسی کی مذمتی تجویز کو روایت کے برخلاف بتایا

لوک سبھا میں قائد حزب اختلاف راہل گاندھی نے جمعرات کو ایوان کے اسپیکر اوم برلا سے ملاقات کی، مسٹر گاندھی کے ساتھ اپوزیشن جماعتوں کا ایک وفد بھی تھا، مسٹر برلا کے ساتھ مسٹر گاندھی کی یہ ملاقات لوک سبھا اسپیکر کے چیمبر میں ہوئی، اس دوران اپوزیشن کے کئی دیگر اراکین پارلیمنٹ بھی موجود تھے، ان اراکین پارلیمنٹ میں نیشنلسٹ کانگریس پارٹی کی سپریا سولے، سماج وادی پارٹی کی ڈمپل یادو، راشٹریہ جنتادل کی میسا بھارتی، دراوڑ منیترا کزگم کی کنی موزی، ریپبلکن سوشلسٹ پارٹی کے این کے پریم چندرن، ترنمول کانگریس کے کلیان بنرجی اور کانگریس کے گاؤگو شامل ہیں، کے۔ سریش کے سی وینو گوپال اور ششی تھرور اور دیگر اپوزیشن جماعتوں کے اراکین موجود تھے، لوک سبھا میں قائد حزب اختلاف بننے کے بعد مسٹر برلا سے مسٹر گاندھی کی یہ پہلی خیر سگالانہ ملاقات تھی، ذرائع کے مطابق راہل گاندھی اور دیگر لیڈران نے اس ملاقات میں لوک سبھا اسپیکر اوم برلا کے ذریعے ایمرجنسی کی مذمتی تجویز لائے جانے پر ناراضگی کا اظہار کیا، لوگ سبھا کے نومنتخب اسپیکر اوم برلا نے بدھ (26 جون) کو پارلیمنٹ میں ایمرجنسی کی مذمت کی تجویز پیش کی تھی، اس میں انہوں نے ایمرجنسی کی مذمت کی اور اسے ملکی تاریخ کا سیاہ باب قرار دیا تھا (ایجنسی)

عام آدمی پارٹی کے لیڈر سنجے سنگھ کی راجیہ سبھا سے معطلی منسوخ

عام آدمی پارٹی کے رہنما سنجے سنگھ کی راجیہ سبھا سے معطلی جمعرات کو واپس لے لی گئی، جس کے ساتھ ہی تقریباً ایک سال بعد ان کی راجیہ سبھا کی رکنیت بحال ہوگئی، اٹھارویں لوک سبھا کی تشکیل کے بعد بلائے گئے پارلیمنٹ کے اجلاس میں صدر کے خطاب کے بعد آج جب راجیہ سبھا کی کارروائی شروع ہوئی تو چیئرمین جگدیپ دھنکھر نے کہا کہ عام آدمی پارٹی کے رکن سنجے سنگھ کو 24 جولائی کو ایوان میں ناشائستہ سلوک کرنے پر ایوان بالا کی رکنیت سے معطل کر دیا گیا تھا، انہوں نے کہا کہ راجیہ سبھا کی استحقاق کمیٹی نے 26 جون کو مختلف زیر التوا معاملات پر اپنی رپورٹ دی تھی، اس رپورٹ میں مسٹر سنگھ کو قصوروار ٹھہرایا گیا ہے، انہوں نے کہا کہ لیکن مسٹر سنگھ پہلے ہی اس معاملے میں کافی سزا بھگت چکے ہیں، اس لیے ایوان کے اسپیکر کے طور پر اپنے حقوق کا استعمال کرتے ہوئے وہ مسٹر سنگھ کی معطلی کو منسوخ کر رہے ہیں اور ان کی رکنیت کو بحال کر رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ مسٹر سنگھ کی رکنیت 26 جون سے موثر سمجھی جائے گی، مسٹر سنگھ نے اپنی رکنیت بحال کرنے کیلئے چیئرمین اور استحقاق کمیٹی کے اراکین کا شکریہ ادا کیا (ایجنسی)

ہیڈ کانسٹبل و ASI (اسٹینو) کے 1526 عہدوں کیلئے فارم 8 جولائی تک

بارڈر سیکیورٹی فورس (بی ایس ایف) نے 1526 عہدوں پر بحالی کے لئے اشتہار شائع کئے ہیں، اشتہار کے مطابق 1283 عہدے ہیڈ کانسٹیبل (منسٹریل) اور 243 اسسٹنٹ سب انسپکٹر (اے ایس آئی) کے شامل ہیں، ان عہدوں پر فارم بھرنے کی کارروائی 9 جون سے جاری ہے جو کہ 8 جولائی تک چلے گی، میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کی ڈگری رکھنے والے خواہش مند امیدواران عہدوں پر بحالی کے اہل ہوں گے، آن لائن فارم بھرنے کے لئے امیدوار کو 100 روپے فیس کے طور پر ادا کرنے ہوں گے جب کہ ایس سی، ایس ٹی زمرہ اور خواتین امیدواروں کے لئے کوئی فیس نہیں ہے، امیدوار تفصیلی معلومات یا آن لائن فارم بھرنے کے لئے ویب سائٹ rectt.bsf.gov.in رابطہ کر سکتے ہیں۔

نیٹ پیپر لیک معاملہ میں سی بی آئی نے 2 ملزمین کو گرفتار کیا

نیٹ پیپر لیک معاملے میں مرکزی تفتیشی بیورو (سی بی آئی) نے بہار سے پہلی گرفتاری کی ہے اور پٹنہ میں پوچھ گچھ کے بعد مشتبہ افراد کو گرفتار کیا ہے، گرفتار ملزمان کی شناخت منیش پرکاش اور آسوتوش کمار کے طور پر ہوئی ہے، دونوں کو پٹنہ کی سی بی آئی عدالت میں پیش کیا گیا اور انہیں عدالتی حراست میں بھیج دیا گیا، جموعی طور پر اس معاملے میں اب تک 20 لوگوں کو گرفتار کیا جا چکا ہے، 13 مئی کو پٹنہ پولیس نے 13 لوگوں کو گرفتار کیا تھا جن میں چار امیدوار اور ان کے تین والدین بھی شامل تھے، جبکہ ای او یو نے 22 جون کو دیوگھر سے پانچ لوگوں کو گرفتار کیا تھا اور اب سی بی آئی نے 2 لوگوں کو گرفتار کیا ہے، مجموعی طور پر سی بی آئی نے اس معاملے میں چار ملزمین سے پوچھ گچھ کی ہے، واضح رہے کہ نیٹ پیپر لیک معاملے میں منیش پرکاش، آسوتوش کمار، بلدیو کمار اور مکیش کمار کا کردار ہے جس نے نیٹ امتحان سے ایک دن پہلے اپنے دوست آسوتوش کے ذریعے لرن بوائز ہاسٹل اور پلے اسکول میں امیدواروں کیلئے بکنگ کا انتظام کیا تھا، منیش نے ایک رات کیلئے جگہ بک کرائی، لرن بوائز ہاسٹل اور پلے اسکول کا بلڈنگ کمپلیکس آسوتوش کی ملکیت ہے، انہوں نے ایک معاہدے پر کیمپس لیا تھا، سی بی آئی کی جانچ سے پتہ چلا ہے کہ منیش امیدواروں کو امتحان کے جوابات رٹانے کیلئے اپنی گاڑی میں پلے اسکول لے جاتا تھا، آسوتوش کے گھر میں کچھ طالب علموں کو ٹھہرایا گیا، پٹنہ کے مضافات میں واقع کھیمنی چک میں واقع لرن بوائز ہاسٹل اور پلے اسکول کے احاطے سے نیم جلے سوال نامے ضبط کیے گئے ہیں جو ایک اہم ثبوت ہیں۔

Volume:64/74,Issue:24 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Rizwan Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT-14 13-5-24-26
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/1961

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت نا گوار گذری ہے
(فیض احمد فیض)

لوک سبھا الیکشن کے نتائج: سیاسی پارٹیوں کے لئے سبق

عبدالغفار صدیقی

عام انتخابات ہو گئے ۔رزلٹ آ گیا۔تاج پوشی ہوگئی ایک بار پھر مودی جی کے سر پر وزارت عظمیٰ کی پگڑی بندھ گئی، مگر اس بار اس پگڑی میں پھولوں کے ساتھ کچھ کانٹے بھی ہیں۔اب دیکھنا یہ ہے کہ مودی جی ان کانٹوں کو کس حد تک اور کس وقت تک برداشت کرتے ہیں۔ویسے ان میں سہن شکتی (تحمل) بہت ہے۔ان کے مخالفین انھیں نہ جانے کیا کیا کہتے رہتے ہیں، بقول ان کے جی بھر کر گالیاں دیتے ہیں اس کے باوجود بھی مودی جی کے لب بے مزہ نہیں ہوتے۔اس بار جس حکومت کی سربراہی انھیں سونپی گئی ہے اس میں دو درجن سے زیادہ پارٹیاں ہیں، بیشتر پارٹیاں ان کی فکر اور تہذیب سے اتفاق نہیں رکھتیں، مثال کے طور پر ٹی ڈی پی کو ہی لے لیجیے، اس نے اعلان کر دیا ہے کہ آندھر پردیش میں مسلمانوں کو دیا جانے والا 4 فیصد ریزرویشن جاری رہے گا۔اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو ریزرویشن دینے کے نام پر تو بی جے پی والوں کا ذائقہ بدل جاتا ہے، وہ اس کو کیسے برداشت کریں گے؟ نتیش جی بھی کچھ کم مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہیں، جب ضرورت پڑتی ہے ٹوپی اور رومال گلے میں ڈال کر مولانا نما نتیش بن جاتے ہیں۔انہوں نے اگنی ویر یوجنا پر نظر ثانی کی گزارش تاج پوشی سے پہلے ہی کر دی ہے۔لوک دل کے جینت چودھری کسانوں کے مسیحا سمجھے جاتے ہیں اور مودی حکومت کو کسان اپنا دشمن مانتے ہیں۔سوال یہ ہے کہ اس طرح کی متضاد خیال پارٹیاں کس وقت تک ایک ساتھ رہ سکتی ہیں۔مودی جی نے پچھلے پچیس سال (15 سال وزیر اعلیٰ اور 10 سال وزیر اعظم) جس انداز سے حکومت کی ہے وہ بالکل آزادانہ طرز تھا، ان پر کسی کا دباؤ نہیں تھا۔اپوزیشن نام کی کوئی چیز ان کے سامنے نہیں تھی۔وہ جو چاہتے تھے کرتے تھے اور جو چاہتے تھے ہوتا تھا۔وزراتوں کے قلم دان الگ تھے مگر سب میں سیاہی ایک ہی تھی۔مگر اب کیا ہوگا جب وزراتیں الگ ہوں گی اور ان کی سیاہی بھی دوسروں کی ہوگی، معلوم نہیں ایسے قلم سے مودی جی اپنی مرضی کی کہانی کس طرح لکھوائیں گے۔مودی جی نے جس حکومت کا حلف اٹھایا ہے اگر اسے پانچ سال چلانے میں کامیاب ہو گئے تو وہ ایک غیر معمولی کارنامہ انجام دیں گے۔

اس وقت ذرائع ابلاغ میں ایک بحث یہ چل رہی ہے کہ موجودہ انتخابات میں کس کی جیت ہوئی ہے؟ کیا مودی جی کو واقعی کامیابی ملی ہے؟ یا وہ بظاہر جیت کر بھی ہار گئے ہیں۔اس سوال کا جواب پانے کے لیے ہمیں ان ایشوز کو نظر میں رکھنا ہوگا جن کو سامنے رکھ کر ہمارے محترم وزیر اعظم نے انتخابی مہم چلائی تھی۔ان کی پوری مہم خاص طور پر دو نکات پر محدود تھی۔ایک یہ کہ ”جو رام کو لائے ہیں ہم ان کو لائیں گے“۔اور ”یہ لڑائی رام بھکتوں اور رام ودروہیوں کے درمیان ہے۔“یعنی اس انتخاب کا اہم ایشو شری رام تھے۔اسی کو سامنے رکھ کر جنوری میں مندر کا افتتاح کیا گیا تھا حالانکہ تمام پنڈت اور مہاراج اس بات پر متفق تھے کہ ابھی اس کی شبھ گھڑی نہیں ہے۔اب ایودھیا میں بی جے پی کی شکست نے یہ ثابت کر دیا کہ واقعی وہ شبھ گھڑی نہیں تھی۔وہ ایودھیا جس میں شری رام کا بھویہ رام مندر ہے۔جس کے افتتاح کے موقع ہر ایک دو نہیں ہزاروں عظیم الشان شخصیات پہنچی تھیں، پورے پردیش کا ماحول ”رام مے“ ہو گیا تھا۔جے شری رام کے ادگھوش سے پورا ملک گونج رہا تھا۔ایسا لگ رہا تھا کہ آنے والے عام انتخابات میں بی جے پی کے علاوہ کسی پارٹی کو کوئی سیٹ نہیں ملے گی مگر اسی رام نگری سے بی جے پی ہار گئی اور افسوس اس بات کا ہے کہ ایک دلت سے ہار گئی، جن کا نام اودھیش ہے اور اتفاق یہ ہے کہ شری رام اور ان کے والد شری دشرتھ کو بھی ”اودھیش“ کہا جاتا ہے، اس شکست نے یہ ثابت کر دیا کہ رام کا اصلی بھکت کون ہے۔

دوسرا ایشو جس پر پوری مہم چلی وہ مسلمان ہے۔کہا گیا کہ اگر کانگریس آ گئی تو مسلمانوں کو سب کچھ دے دے گی، یہاں تک کہ ہماری بہنوں کے منگل سوتر بھی چھین کر مسلمانوں کے حوالے کر دے گی۔اس ملک میں مسلمان 1500 سال سے رہ رہے ہیں۔بھارت میں نفرت کے لیے کوئی جگہ نہیں اور اتنے بے وقوف بھی نہیں ہیں جتنا آپ انھیں سمجھتے ہیں، جو سیاسی جماعت 400 پار کے نعرے سے میدان میں اتری ہو اور جس نے اس کے حصول کے لیے سارے سرکاری تنتر منتر کا استعمال کیا ہو اس کے باوجود اسے سرکار بنانے کے لیے ضروری 272 سیٹیں بھی نہ ملی ہوں تو اسے شکست نہیں کہیں گے تو کیا کہیں گے؟ ان 240 سیٹوں میں بھی کتنی سیٹیں وہ ہیں جو مسلمانوں کی نادانی اور غیر دانش مندی کی وجہ سے جیتے ہیں، جن میں اتر پردیش کی 18 سیٹیں وہ ہیں جہاں بی ایس پی نے مسلمانوں کو ٹکٹ دیا اور بعض مسلمانوں نے انھیں ووٹ دیا۔اس کے باوجود بھی بہن جی دلتوں کو شکریہ ادا کر رہی ہیں اور مسلمانوں کو کوس رہی ہیں۔اس سے پہلے بھی بہن جی اپنی شکست کا ذمہ دار مسلمانوں کو ٹھہراتی رہی ہیں۔

اس صورت حال میں مسلمانوں کا کوئی اہم کردار نہیں ہے اس لیے کہ مسلمان اس ملک میں صرف پندرہ بیس فیصد ہیں اور بہت کم سیٹوں پر موثر ہیں۔البتہ ان کی ہار میں ملک کے دلت طبقات کا اہم کردار ہے۔بھارتیہ جنتا پارٹی کے رہنماؤں کی جانب سے یہ کہنا کہ اس بار 400 سے زیادہ سیٹیں جیتنا ہے اور پھر آئین بدلنا ہے۔خود مودی جی کے دل کی منشا بھی یہی تھی۔اس اعلان نے ملک کی اقلیتوں اور او بی سی نیز ایس سی ایس ٹی طبقات کے اندر خوف وہراس اور عدم تحفظ کا ایک احساس پیدا کر دیا تھا۔

انتخاب میں انڈیا الائنس نے بھی بہت دور اندیشی سے کام لیا۔خاص طور پر راہل گاندھی، کھرگے جی اور اکھلیش یادو نے جس تحمل کا اظہار کیا وہ روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔البتہ اس الائنس کو باقی رہنا چاہئے۔علاقائی پارٹیوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ ان کی بقا الائنس کی بقا میں ہے۔الائنس کو ابھی سے ان ریاستوں میں محنت کرنا چاہئے جہاں آنے والے دو سال کے اندر اسمبلی الیکشن ہونے والے ہیں۔کانگریس کو بہت دن بعد عزت دار فتح نصیب ہوئی ہے، سماج وادی پارٹی کو بھی اتر پردیش میں دوبارہ قدم جمانے کا موقع ملا ہے۔بنگال میں ٹی ایم سی نے بھی بہت اچھا مظاہرہ کیا ہے۔ان رہنماؤں کو اس جیت کے لیے عوام کا شکریہ ادا کرنا چاہئے اور کسی غرور و تکبر میں نہیں آنا چاہئے۔

ملک میں انتشار و افتراق کی جو مہم چلائی گئی تھی اسے عوام نے مسترد کر دیا ہے۔انھوں نے آئین بدلنے کے جو ارادے ظاہر کیے تھے اس پر ووٹروں نے پانی پھیر دیا۔اس کے ووٹ فیصد میں بھی نمایاں کمی آئی ہے۔بھارت ایک عظیم ملک ہے، اس کی عظمت اس کی انیکتا میں ایکتا مضمر ہے۔مسلمان بھی اسی ملک کے باشندے ہیں، انھوں نے بھی اسی مٹی میں جنم لیا ہے، اس کی تعمیر میں ان کیا آباء واجداد نے بھی خون جگر لگایا ہے، اس کی آزادی اور تحفظ کی خاطر ان کے اسلاف کے سر بھی تن سے جدا ہوئے ہیں، وہ یہاں کسی اسلامی نظام کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں، نہ ہی وہ دوسروں پر شریعت نافذ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں بلکہ وہ خود اپنی شریعت پر استقامت کے ساتھ چلنا چاہت ہیں تا کہ وہ دنیا و آخرت میں عزت و خوشحالی کی زندگی گزار سکیں۔

”ملک میں انتشار و افتراق کی جو مہم چلائی گئی تھی اسے عوام نے مسترد کر دیا ہے۔انھوں نے آئین بدلنے کے جو ارادے ظاہر کیے تھے اس پر ووٹروں نے پانی پھیر دیا۔اس کے ووٹ فیصد میں بھی نمایاں کمی آئی ہے۔بھارت ایک عظیم ملک ہے، اس کی عظمت اس کی انیکتا میں ایکتا مضمر ہے۔مسلمان بھی اسی ملک کے باشندے ہیں، انھوں نے بھی اسی مٹی میں جنم لیا ہے، اس کی تعمیر میں ان کیاآبا، و اجداد نے بھی خون جگر لگایا ہے، اس کی آزادی اور تحفظ کی خاطر ان کے اسلاف کے سر بھی تن سے جدا ہوئے ہیں، وہ یہاں کسی اسلامی نظام کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں، نہ ہی وہ دوسروں پر شریعت نافذ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں بلکہ وہ خود اپنی شریعت پر استقامت کے ساتھ چلنا چاہت ہیں تاکہ وہ دنیا و آخرت میں عزت و خوشحالی کی زندگی گزار سکیں۔“

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یا دیئے گئے کیو آر کوڈ اسکین کر کے آپ سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر دیئے گئے موبائل نمبر پر خبر کر دیں، رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798 (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔
THE NAQUEEB
UPI ID : 6201750233naqueeb@sbi
BHIM UPI
WEEK ENDING-01/07/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com
نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے
Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421 9304022690

Scanned with CamScanner